جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

ربیع الاول سنہ ۱۴۱۴ھ

ستمبر سنہ ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماهنامه

انوار مدینہ

جلد : ۱ | ربیع الاول ۱۴۱۴ھ ۔ ستمبر ۱۹۹۳ء | شمارہ : ۱۲

مدیر
سید محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ

بدل اشتراک :

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے	......	سالانہ ۱۰۰ روپے
سعودی عرب ۔ متحدہ عرب امارات	.... //	۴۵ ریال
بھارت ۔ بنگلہ دیش	.... //	۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	.... //	۱۶ ڈالر
برطانیہ	.... //	۱۴ ڈالر

رابطہ کے لیے
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور ، کوڈ ۵۴۰۰۰
فون ۲۰۱۰۸۶-۲۰۵۳۸۸

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ——— ۳
سیرۃِ مُبارکہ ——— حضرت اقدس مولانا سیّد محمّد میاںؒ ——— ۵
درسِ قرآن ——— حضرت مولانا قاری محمّد طیّبؒ ——— ۱۲
درسِ حدیث ——— حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ ——— ۱۸
جَزاءِ حُبِّ رسولؐ ——— حضرت مولانا سیّد اصغر حسینؒ ——— ۲۰
تلمیذ حضرت مدنیؒ ——— ڈاکٹر ابو عبد الرحمن ——— ۲۳
اکابر کا مسلک ——— حضرت مولانا مفتی عبد الواحد ——— ۲۵
سیّد احمد شہیدؒ ——— حضرت سیّد انور حسین نفیس شاہ صاحب ۳۳
حاصلِ مطالعہ ——— مولانا نعیم الدّین ——— ۴۷
جامعہ مدنیہ کے سہ ماہی امتحان کی مفصّل رپورٹ ——— (ادارہ) ——— ۵۱

رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلّہٗ خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی۔

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپواکر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

گزشتہ ماہ ۱۹ اگست کو نگران وزیرِ اعظم جناب معین قریشی صاحب نے ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے اپنے پہلے ہی خطاب میں زرعی ٹیکس کے نفاذ کا اعلان کیا، وفاقی اور صوبائی حکومتیں دو روپے فی پیداواری یونٹ کے حساب سے یہ ٹیکس وصول کریں گی۔ ۶۰ ایکڑ نہری زمین اور ۱۲۰ ایکڑ بارانی زمین جو کہ بالترتیب ۴ ہزار اور ۸ ہزار پیداواری یونٹ کے مساوی ہوگی۔ اس ٹیکس سے مستثنا ہوگی، اگر دیکھا جائے کہ ملک کا تنخواہ دار طبقہ اور تمام صنعتی و تجارتی ادارے ٹیکس ادا کرتے ہیں لہٰذا جاگیرداروں کو بھی ٹیکس ادا کرنا چاہیے تو اس نُقطۂ نظر سے یہ ایک جُرأت مندانہ اقدام ہونے کے ساتھ ساتھ مستحسن بھی ہے، کیونکہ اس میں چھوٹے زمینداروں کو مستثنا رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نگران وزیرِ اعظم نے گندم اور گھی جیسی تمام ضروریات کی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کا اعلان کر کے مہنگائی کے بوجھ سے چور قوم کو مزید ناقابلِ برداشت مشکلات سے دوچار کر دیا ہے مزید برآں یہ کہ اگلے ہی دن پٹرول کے نرخ ۱۰ فیصد بجلی اور گیس کے نرخ ۱۵ فیصد بڑھا دیے گئے جس سے عام شہری اور تنخواہ دار طبقہ جس بُری طرح متأثّر ہوا ہے یہ وہی جان سکتا ہے۔ قومی قائدین اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، جبکہ قومی بجٹ کو پیش ہوئے ابھی دو ماہ نہیں گزرنے پائے نامعلوم یہ ظُلم کیوں روا رکھا گیا؟ حالانکہ عالمی منڈی میں تیل کی قیمت گر رہی ہے، مگر حکومت

اس کی قیمت میں کمی کے بجائے مسلسل ٹیکس لگائے جا رہی ہے، دوسری طرف ٹیکس چوروں اور رشوت خوروں نے پُورے نظام کو معطّل کر کے رکھ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صحیح معنی میں ٹیکس کی چوری اور رشوت خوری کا سدباب ہو جائے تو موجودہ نافذ العمل ٹیکس کا چوتھائی حصّہ بھی قومی خزانہ کی تمام ضروریات پُوری کر سکتا ہے۔ جب تک ان دو قومی مجُرموں کے خلاف حقیقی معنی میں کارروائی نہیں ہوتی، ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ ٹیکسوں میں سو فیصد اضافہ بھی حالات میں تبدیلی نہیں لا سکتا اور قومی خزانہ جوں کا توں خالی ہی رہے گا۔

نگران حکومت نے معیشت کو سہارا دینے کے لیے چند دیگر اقدامات کا عندیہ بھی دیا ہے۔

مثلاً (۱) غیر ضروری سفارتخانے بند کر دیے جائیں گے۔

(۲) بجلی پانی گیس فون کے بل نادہندگان کے خلاف کارروائی کر کے ۱۵ ارب روپے سے بھی زائد واجبات وصول کیے جائیں گے۔

(۳) سیاسی بُنیادوں پر پلاٹوں کی الاٹمنٹ کی تحقیقات کر کے اس کے خلاف کارروائی اور آئندہ صدر اور وزیرِ اعظم کے صوابدیدی اختیارات ختم کر کے ایک بورڈ تشکیل دیا جائے گا جو اس قسم کے اُمور کی نگرانی کرے گا۔

(۴) تمام کارپوریشنوں اور سرکاری اداروں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ فی الفور اپنی رقوم تمام کمرشل بینکوں اور ڈاک خانوں سے نکال کر اسٹیٹ بینک میں جمع کرائیں۔

(۵) اور وزارتیں کم کر دی جائیں گی۔

نگران حکومت اگر ان اقدامات پر عمل درآمد کرا لیتی ہے تو فی الواقع یہ اس کی بہت بڑی قومی خدمت ہوگی اور آئندہ کے لیے عبرت بھی۔

(قسط: ۱۲)

ہجرتِ حبشہ

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

قریش اور ترقّی پذیر قبائلِ عرب کے پاس نہ فوج تھی نہ پولیس، البتہ معاہدات کا سلسلہ ایسا تھا، جو فوج اور پولیس کا کام دیتا تھا۔

معاہدہ ایک حصار ہوتا تھا جو جان کا بھی محافظ ہوتا تھا اور مال کا بھی اور ان معاہدات کے ذریعہ طاقت کا بھی توازن قائم رہتا تھا۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کو اسی چیز نے بچایا تھا کہ قبیلۂ غفار (جس سے قریش کا معاہدہ تھا) اگر بگڑ گیا تو قریش کا اُس طرف سے گزرنا اور غلّہ برآمد کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ ابوبکر صدّیق۔ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) خود اپنے طور پر مختلف قبائل سے معاہدے کیے ہوئے تھے، ابتداء میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم براہِ راست کسی قبیلہ سے معاہدہ کیے ہوئے نہیں تھے، مگر اُن کی حفاظت کی ذمّہ داری خواجہ ابوطالب نے لے رکھی تھی، خواجہ ابوطالب دوسرے قبائل سے معاہدہ کیے ہوئے تھے۔ اس بناء پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جس طرح خواجہ ابی طالب کی پناہ میں تھے اور خواجہ ابوطالب آپ کی پناہ کے ذمّہ دار تھے اسی طرح وہ تمام قبائل بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے ذمّہ دار تھے جو ابوطالب سے معاہدہ کیے ہوئے تھے، مگر اسلام سے مشرف ہونے والوں میں بڑی تعداد وہ تھی جن کے کسی سے خود اپنے معاہدے نہیں تھے، کیونکہ وہ اپنے قبیلوں کے شیوخ اور سربراہ نہیں تھے، سربراہ دوسرے تھے، یہ اُن کے تابع تھے۔ شیوخ اور سربراہوں کے معاہدات کے باعث یہ فائدہ تو تھا کہ غیر قبیلہ کے لوگ اُن کو مظالم کا نشانہ نہیں بنا سکتے تھے مگر خود قبیلہ کے لوگوں کی مخالفت سوہانِ رُوح تھی۔ یہ مُسلمان ہو گئے تھے، مگر جس مقصد سے مُسلمان ہُوئے تھے وہ حاصل نہیں تھا۔ یعنی یہ لوگ خداءِ واحد کی عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ چھپ

کر قرآن شریف پڑھتے، اگر راز فاش ہو جاتا تو طرح طرح کے ظلم سہنے پڑتے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اذیّتیں اور تکلیفیں سہہ رہے تھے، مگر آپ کو اپنی تکلیف کا احساس نہیں تھا، البتّہ ان ساتھیوں کی اذیّت کا احساس آپ کو بے چین رکھتا تھا۔ آپ کو معلوم ہُوا کہ حبش کا بادشاہ نیک نفس عیسائی ہے اس کی مملکت میں لوگوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ لہٰذا آپ نے مشورہ دیا کہ جو جا سکتے ہوں وہ حبش چلے جائیں۔

اس مشورہ پر عمل ہُوا۔ پہلے پندرہ صحابہ کا قافلہ روانہ ہُوا۔ گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ یہ قافلہ ساحلِ سمندر پر پہنچا۔ ایک جہاز روانہ ہونے والا تھا۔ اس میں نہایت سستے محصول پر جگہ مل گئی۔ قریش کو اس قافلہ کی روانگی کا علم ہُوا تو ایک جماعت اُن کو پکڑنے کے لیے دوڑا دی۔ مگر جب وہ ساحل سمندر پر پہنچی تو جہاز روانہ ہو چکا تھا۔

ان حضرات کو وہاں اطمینان میسّر آیا تو پھر اور مُسلمانوں نے بھی یہ راستہ اختیار کیا، مکّہ معظّمہ سے خُفیہ طور سے اِکّا دُکّا روانہ ہو کر پہلے ساحل پر جمع ہو گئے اور وہاں سے حبش روانہ ہو گئے۔ اس دوسرے قافلہ میں تقریباً سٹّر افراد تھے۔

قریش کے لیے یہ بہت بڑا المیہ تھا کہ اتنے مُسلمان وہاں جمع ہو گئے ــــ اُنہوں نے بہت کچھ ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ شاہ حبش کے پاس سفارت بھیجی کہ یہ لوگ بھاگ کر چلے آئے ہیں ان کو حوالہ کر دیا جائے، بادشاہ نے مُسلمانوں کو طلب کر کے اُن کا مقصد معلوم کیا۔

حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب نے مُسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہُوئے جو تقریر فرمائی وہ تمام مؤرخین نے نقل کی ہے، اُس کا اُردو پیرہن یہ ہے۔

بادشاہ عالی جاہ۔

"یہ دُرست ہے ہماری قوم بُت پرست ہے، جاہل ہے، اس کو حلال حرام کی تمیز نہیں۔ مُردار کھا جاتی ہے، بدکاریاں کرتی ہے، ہمسایوں کو ستاتی ہے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا ہے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔

جو بُرائی ہو سکتی ہے وہ سب ہمارے معاشرہ (سماج) میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہم میں ایک شخص پیدا ہُوا۔

عمر کے چالیس سال اس نے ہمارے بیچ میں رہ کر اس طرح گزارے کہ پوری قوم اس کی شرافت کی قائل ہوگئی، اس کی صداقت اور سچائی سے یہاں تک متأثر ہوئی کہ اس کو اَلصّادق اور اَلْاَمِین کہنے لگی۔ اُس نے بتایا کہ خُدا نے اُس کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور خدا کا حُکم یہ ہے کہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرو، بُت پرستی چھوڑ دو، خُدا کے سوا کسی کے سامنے ماتھا مت ٹیکو۔ کسی کو ناحق نہ ستاؤ، کمزوروں کی مدد کرو۔ غریبوں پر رحم کرو۔ خلقِ خدا کی خدمت کرو۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔ ایک دوسرے سے محبّت کرو، آپس میں شفقت اور مہربانی سے کام لو۔ سچائی اختیار کرو۔ بُری باتیں چھوڑ دو، نیک اور دیانتدار بن جاؤ۔

اے بادشاہ ہمیں یہ باتیں اچھی معلوم ہُوئیں ہم نے اس کا دامن سنبھال لیا ہے اور اس کے کہنے پر عمل شروع کر دیا ہے''۔

سفارتِ قریش کے ارکان نے دیکھا کہ بادشاہ حضرت جعفر کی تقریر سے متأثر ہو رہا ہے تو اُنہوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور حضرت مریم کے متعلّق اُن کا عقیدہ معلوم کیجیے۔ یہ کچھ اور کہتے ہیں اور عیسائیوں کی تردید کرتے ہیں۔

بادشاہ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور حضرت مریم کے متعلّق اُن کا عقیدہ معلوم کیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کا پُورا رکوع پڑھ کر سُنا دیا۔ جس میں حضرت مریم کی پاکدامنی بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ عیسٰی علیہ السّلام خدا کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ خُدا کے بندے اور اُس کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے معجزے عطا فرمائے تھے اور پہلا معجزہ یہ تھا کہ اُنہوں نے گہوارے ہی میں بولنا شروع کر دیا تھا۔

بادشاہ قرآن پاک کی آیتوں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے یہاں تک متأثر ہُوا کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، پادریوں کو خطاب کر کے کہا کہ میرا یقین ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی حیثیّت اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہے جو اُنہوں نے قرآن

شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے۔ پھر قریش کے سفیروں سے کہہ دیا کہ یہ لوگ آپ کے غلام نہیں ہیں۔ آپ کے مقروض نہیں ہیں۔ پھر اُن کو آپ کے حوالے کیوں کیا جائے۔ مسلمانوں سے کہا کہ وہ اُس کی مملکت میں اطمینان سے رہیں[1]۔

مُسلمان وہاں پر رہے۔ ایک مرتبہ ایک غنیم کا حملہ ہُوا تو مسلمانوں نے شاہی فوج کی مدد بھی کی[2]۔

قریش کا تأثر

قریش کو اس سفارت کی ناکامی کا علم ہُوا تو مسلمانوں کے خلاف اُن کا غیظ و غضب اور بڑھ گیا اور خواجہ ابو طالب اور آلِ ہاشم پر پُورا زور ڈالنا شروع کر دیا کہ محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ذمہ داری سے دست کش ہو جائیں، چنانچہ رؤسائے قریش کا ایک وفد خواجہ ابوطالب کے پاس پہنچا اور بہت زور ڈالا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو منع کر دیں ورنہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ مجبور ہو کر ابوطالب نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا۔

چچا جان۔ آپ کی شفقت و محبّت کا شکریہ۔ آپ یقیناً معذور ہیں۔ آپ میری امداد سے دست کش ہو جائیے، مگر مجھے میرے رَب نے جس مقام پر کھڑا کر دیا ہے میں اُس سے ذرہ برابر بھی نہیں ہٹ سکتا۔

خواجہ ابوطالب نے یہ پختگی دیکھی تو قریش کو جواب دے دیا کہ وہ محمدؐ کی حمایت نہیں چھوڑ سکتے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اجازت دی کہ وہ اپنا کام کرتے رہیں؛ لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور مُسلمانوں کے لیے یہ نئی صُورت پیدا ہو گئی تھی کہ ایک سو کے قریب مُسلمان حبشہ چلے گئے تو اب صرف تیس چالیس مُسلمان رہ گئے جن کے لیے مکہ کی غضب ناک فضا میں زندگی اور بھی دو بھر ہو گئی تھی، اُن میں کافی تعداد غلاموں کی تھی۔ اگرچہ اُن میں سے زیادہ تر کو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا، لیکن آزادی کے بعد بھی وہ بے پناہ تھے۔ مُسلمان ان کی پناہ ہو سکتے تھے، مگر وہ خود چھپ چھپ کر زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

---

[1] یہ بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ جب اس کا انتقال ہُوا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسی روز اُس کے انتقال کی خبر دے دی اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ [2] المبسوط للسرخسی ص ۹۸ ج ۱۰ باب نکاح اہل الحرب و دخول التجار الیہم بامان۔

مسلمانوں کی تعداد سو سے زیادہ ہوگئی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا

ان میں طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے جنگجو بہادر بھی تھے۔ جنہوں نے مستقبل میں عظیم الشان کارنامے انجام دیے اور غزوات میں بہادری کے بے نظیر جوہر دکھائے، مگر یہ حضرات اس وقت ایسے نہیں تھے جن کی مکّہ میں دھاک ہو اور جن سے پورا شہر مرعوب رہتا ہو۔ یہ بات صرف دو کو[1] حاصل تھی۔ عمر بن الخطاب اور اُن کے ماموں ابوجہل بن ہشام کو۔ مگر یہ دونوں اسلام کے مقابلہ میں بہت سخت تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دُعا فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا اِن دونوں میں جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس سے اسلام کو تقویت فرما۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ جُرأت ہی تھی کہ ایک روز طے کرلیا کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا قصّہ تمام کرکے اس خلفشار کا خاتمہ کردوں جس سے قریش کی زندگی تلخ ہوگئی ہے۔ اور آئے دن ایک ہنگامہ برپا رہتا ہے۔

عمر بن الخطاب نے تلوار ہاتھ میں لی اور محمّد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاش میں نکلے راستہ میں ایک صاحب نعیم[2] بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے آپ کو دیکھا۔ تیور چڑھے ہوئے تھے۔ دریافت کیا۔ ابن الخطاب کیا ارادہ ہے۔

عمر بن الخطاب۔ اس فتنہ کو ختم کرنے جارہا ہوں جو "محمّد" نے برپا کردیا ہے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نعیم بن عبداللہ۔ خاندان ہاشم اور جو اُن کے حلیف ہیں اُن سے کیسے نمٹو گے؟ اور دیکھو ابن الخطاب۔ محمّد کو ختم کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی "سعید بن زید" مسلمان ہوچکے ہیں۔

عمر (رضی اللہ عنہ) ان طعن آمیز، اشتعال انگیز فقروں کو کب برداشت کرسکتے تھے، وہ فوراً پلٹے اور

---

[1] نام دونوں کا عمر، ایک عمر بن الخطاب دوسرے عمر بن ہشام جو ابوالحکم کی کنیت سے مشہور تھا۔ پھر ابوجہل کے نام سے مشہور ہوا

[2] نعیم بن عبداللہ النحّام۔ مسلمان ہوچکے تھے، مگر اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا۔ النحام نحمہ سے ماخوذ ہے، نحمہ کے معنٰی ہیں آہٹ یا کھنکار کی آواز۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کے متعلق فرمایا تھا۔ سمعت نحمته فی الجنة۔ مَیں نے جنّت میں ان کا نحمہ سُنا ہے۔ اسی بشارت کی بناء پر اُن کا خطاب نحّام ہوگیا۔ سیرتِ حلبیہ ص ۳۴۹ ج ۱۔

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تلاش چھوڑ کر بہن کے مکان پر پہنچ گئے۔ وہاں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ قرآن شریف پڑھا رہے تھے، جیسے ہی حضرت عمر نے دروازے پر پہنچ کر آواز دی، ہمشیرہ صاحبہ نے حضرت خباب کو اندر کر دیا، مگر تلاوت کی کچھ بھنک عمر کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ عمر جیسے ہی مکان میں داخل ہوئے پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے، بہن بہنوئی نے بات کو چھپانا چاہا۔ کچھ خاموش رہے تو عمر نے اسی تیزی میں کہا۔ مَیں نے سُنا ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی پر ہاتھ اُٹھایا بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو اُن کے سر پر بھی اتنی زور سے مارا کہ خُون بہنے لگا۔ اب بہن کو جوش آگیا۔ فرمایا۔ عمر جو چاہو کر لو۔ ہم مُسلمان ہو چکے ہیں اور ہم قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔

بہن کے سر سے خُون بہتا ہُوا دیکھ کر حضرت عمر کچھ پسیجے، غُصّہ ٹھنڈا ہُوا تو فرمایا۔ مجھے دکھاؤ کیا پڑھ رہے تھے۔

بہن نے فرمایا تم دیکھنا چاہتے ہو تو پہلے غُسل کرو ——— تم کافر ہو، ناپاک ہو قرآن کو نہیں چھو سکتے۔

اَب عمر فاروق کا غُصّہ ختم ہو چکا تھا اور اصل حقیقت معلوم کرنے کا شوق اتنا بڑھ چکا تھا کہ بہن کے توہین آمیز کلام کو برداشت کیا اور غُسل کر کے کلام اللہ کے اوراق پڑھنے شروع کیے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الآیۃ سورۂ حدید ۱تا ۶)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے (کہ وہ ہر ایک نقص سے مبرّا ہے) وہ زبردست حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے (مستحق بادشاہت وہی ہے) وہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پہلے ہے، وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی (باطن) اور وہ ہر چیز کا پُورا علم رکھنے والا ہے، وہ ایسا ہے کہ اُس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ روز (دور) میں۔ پھر وہ عرش پر رونق افروز ہُوا (پُوری کائنات کو اپنے اقتدار میں لے لیا) ہر چیز کا اس کو علم ہے۔ وہ جانتا ہے ہر اُس چیز کو جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو زمین سے نکلتی ہے۔ جو آسمان سے اُترتی ہے جو آسمان پر چڑھتی

ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے تمام اعمال دیکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور تمام باتوں کا مرجع وہی اللہ کی ذات ہے وہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں وہ دل کی باتوں کو پوری طرح جانتا ہے۔
ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر۔ (سورہ ۵۷ حدید آیت ۱ تا ۷)

اُوپر کی آیتوں میں اللہ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے، مَیں یہ آیتیں پڑھ رہا تھا اور جب اللہ کا نام آتا تھا، دِل کانپ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب ساتویں آیت پر پہنچا "ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر" تو بے اختیار زبان سے نِکلا۔۔۔
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ جن کو اندر چھپا دیا گیا تھا، اُنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلمہ شہادت سُنا تو خوش ہوتے ہُوئے باہر آئے اور فرمایا۔ عمر بشارت ہو۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُعا فرمائی تھی کہ خداوندا ابوجہل اور عمر میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس سے اسلام کی تقویت فرما۔ حضرت عمرؓ یہ بشارت سُن کر فوراً ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہُوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دارِ بنی ارقم میں جو کوہِ صفا کی تلی میں تھا، پناہ گزیں تھے۔ حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور کچھ اور صاحبان حاضرِ خدمت تھے۔ ان صاحبان نے عمر کو دیکھا۔ تلوار ہاتھ میں لیے آرہے ہیں۔ کچھ خیال پیدا ہُوا، مگر یہ بھی سوچ لیا کہ بھرپُور جواب دیا جائے گا، لیکن عمر پہنچے تو انداز دوسرا تھا، آگے بڑھے تو رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور چادر یا کُرتے کا کنارہ پکڑ کر فرمایا۔ عمر! کیسے آئے۔ پھر فرمایا۔ عمر! باز نہ آؤ گے، کیا خُدا کے قہر کا انتظار کر رہے ہو۔[1]

عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) حضرت! باز آچکا ہُوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مُسلمان ہونے کی اتنی مسرّت ہُوئی کہ خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی زور سے تکبیر کہی اور آپ کے ساتھیوں نے بھی زور سے تکبیر کہی یہاں تک کہ یہ دامنِ کوہ نعرۂ تکبیر سے گُونج اُٹھا۔[2]

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۸۱ ج ۳
[2] ماخوذ از البدایۃ والنہایۃ ص ۷۹ تا ص ۸۲ ج ۳ ۔ السیرۃ الحلبیہ ص ۹ ۳۴ تا ص ۳۴۵ و تاریخ الخلفاء

(قسط: ۵)

درسِ قرآن حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے ــــھ میں ماہ رمضان بمبئی میں گزارا وہاں کے احباب کے اصرار پر آپ پورے رمضان المبارک عشاکی نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے رہے۔ ان درسوں میں آپ نے سورۃ الملک پ ۲۹ کی تفسیر بیان فرمائی، آپ کے یہ درس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کر لیے گئے تھے۔ احقر کا اکتوبر ۱۹۸۸ء میں دیوبند جانا ہُوا تو وہاں سے یہ قیمتی کیسٹیں حاصل کر کے لاہور لیتے آیا۔ ارادہ تھا کہ ان قیمتی دروس کو کیسٹوں سے منتقل کر کے کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے، لیکن اس کے لیے وقت اور سرمایہ دو چیزوں کی ضرورت تھی اور وہ دونوں مفقود تھیں، اب جبکہ "انوارِ مدینہ" باقاعدہ نکلنا شروع ہُوا تو خیال آیا کہ ان دروس کو رسالہ میں قسط وار شائع کر کے عوام تک پہنچایا جائے چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا، احقر کے دو عزیز امجد اور عابد سلمہا اللہ بڑی محنت سے ان دروس کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرتے ہیں اور انتہائی غور و خوض کر کے اُن کی تسوید کے بعد یہ کاتب کے حوالے کر دیے جاتے ہیں، حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے یہ دروس بیش قیمت موتیوں کا خزانہ اور علوم و معارف کا گنجینہ ہیں ہماری کوشش ہے کہ ہم یہ قیمتی موتی اور علوم و معارف بے کم و کاست حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی زبانی عوام تک پہنچا دیں۔ اگر اس میں کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو اسے ناقلین کے سہو و خطا پر محمول کیا جائے۔

سورۂ مُلک کا نام مَانِعَۃ اور مُنجِیَہ بھی ہے

مَیں نے کل عرض کیا تھا کہ یہ سورۂ ملک ہے جس کی تفسیر شروع کی گئی ہے۔ اس سورۃ کا نام "سورۃِ مانعۃ" ہے اور سورۂ مُنجیہ بھی ہے - مانعہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ منع کرتی ہے عذاب قبر سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ قبر بیتِ ظلمت ہے اندھیریوں کا گھرانہ ہے - یہاں تاریکی کے سوا کسی اور چیز کا نشان نہیں اور سورۂ تبارک الذی یہ روشنی ہے قبر کی، یا اس کا پڑھنے والا قبر کی روشنی مہیّا کرتا ہے۔ اسی واسطے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ روزانہ سوتے وقت آپ تبارک الذی اور الم سجدۃ یہ دونوں سورتیں آپ پابندی کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں روشنی ہیں قبر کی۔ اس لیے اس سورۃ کا نام رکھا گیا۔ "مانعۃ" یعنی مانعتِ ظلمت تاریکیوں کو دفع کرنے والی اور قبر میں اندھیری کوٹھڑی کو ایک

روشن میدان بنا دینے والی۔ اس وجہ سے بھی کہ اس کی تلاوت کا خاصہ ہے۔ نورانی طبع تو گویا تاریک قبر روشن ہو جائے گی۔ اس کی تاثیر سے اس کا نام سورۂ ملک بھی ہے جس میں اللہ کی حکومت کے اُصول بیان فرمائے گئے ہیں اور اللہ کی حکومت لا محدود ہے، سارے جہانوں میں اسی کی حکومت ہے۔

ملک کے اندر پھیلاؤ اور وسعت داخل ہے تو ملک کی اندر وسعت داخل ہے ملک کہتے ہی اس کو ہیں کہ پھیلا ہُوا ہو، پھیلا ہُوا نہیں ہوگا تو اسے ہم صوبے کی حکمرانی اور ریاست کہیں گے اور تنگ ہو جائے گی تو اُسے ضلع کی حکومت کہیں گے اور تنگ ہو جائے گی اُسے قصبے کی حکومت کہیں گے ______ اور تنگ ہو جائے گی تو اسے قبیلے کی حکومت کہیں گے اور زیادہ تنگ ہو جائے گی تو اسے گھر کی حکومت کہیں گے تو حکمرانیوں میں ملک کی حکومت سب سے زیادہ وسیع ہے اور اللہ کا ملک ہی ساری کائنات میں پھیلا ہُوا ہے جہاں غیر اللہ کی حکمرانی ہے، وہ (بھی) سب اسی کا ملک ہے۔ اس لیے اس کی وسعت کی کوئی حدو نہایت نہیں اس ملک میں عالمِ دُنیا بھی داخل ہے

دُنیا کسے کہتے ہیں اور دُنیا کہتے ہیں دَنِی کو یعنی خسیس اور ذلیل کو۔ تو سب سے زیادہ ذلیل عالم یہ ہے۔ اسی واسطے حدیث میں فرمایا گیا ہے ۔ اِنَّ الدُّنْیَا لَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، کہ پُوری دُنیا مل کر اللہ کے یہاں اتنی بھی وقعت نہیں رکھتی جیسے مچھر کی ایک ٹانگ ہوتی ہے، تو یہ بے وقعت عالم ہے۔

اللہ کی قدرت کا کمال یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ اس بے وقعت عالم میں ایسے افراد پیدا کیے کہ وہ سارے جہانوں پر بڑھ جائیں گے اپنے کمالات کے سبب سے، تو اللہ نے اپنی قدرت کے لیے اس دُنیا کو بنایا اظہارِ قدرت کے لیے اگر انسان کو پیدا کرتے اور وہ فرشتوں میں رہتا تو وہاں اگر نورانیت ہوتی تو زیادہ عزیز بات نہ سمجھی جاتی۔ اس لیے کہ فرشتے بھی نورانی ہیں، اُن کا ملک بھی نورانی۔ وہ خود ایمانی ملک ہے، وہاں کُفر کی کھپت ہی نہیں، وہاں غلاظت نہیں نجاست نہیں، صاف سُتھرا ملک ہے، پاک صاف؛ تو اس میں رہ کر اگر انسان ترقّی کرتا تو قدرت کا پُوری طرح سے نمونہ ظاہر نہ ہوتا، لیکن لا کر رکھا

انسان کو اس جہان میں کہ یہ گندگیوں کا عالم ہے۔ ہر طرف نجاست حتّٰی کہ انسان کی پیدائش بھی نجاست سے، ایک گندے قطرے سے پھر اس گندے قطرے کو پرورش دیتے ہیں نو مہینے تک ایک گندے عالم میں جسے رحمِ مادر کہتے ہیں جو ماسوائے حیض اور گندے پانی کے اور کچھ نہیں، غذا انسان کی وہ گندگی، حیض کا خون بند ہوجاتا ہے وہ غذا بنتا ہے یا اس کے اجزاء بنتے ہیں بنی آدم کے، نہایت ہی ظلمانی عالم ہے نہ اس میں روشنی ہے نہ چمک سوائے اندھیریوں کے اور پھر اندھیریوں میں بھی تین اندھیریاں فرمائی گئیں۔ یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھَاتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمَاتٍ ثَلٰثٍ

انسان کی تخلیق مرحلہ وار اور تین اندھیریوں میں ہُوئی ہے

یعنی تمہیں ہم نے پیدا کیا ہے ماں کے پیٹ میں دَور بہ دور مختلف دَور آئے ہیں تمہاری خلقت میں کبھی انسان قطرہ ہے، بنصِ حدیث چالیس دن کے بعد خون کی بوند بن گیا پھر چالیس دن گزرے تو ایک ---------- پھر چالیس دن گزرے تو ایک مضغہ گوشت بن گیا __________ پھر چالیس دن گزرے تو اُس میں ہڈیاں پہنا دی گئیں، پھر چالیس دن گزرے تو کھال بنا دی گئی اس کے بعد رُوح ڈالی جاتی ہے تو پیدائش بھی گندے قطرے سے، غذا بھی گندی مکان بھی گندا اور وہ مکان بھی اندھیرا اور اندھیریاں بھی تین، ایک اندھیری کوٹھڑی کہ ماں کا پیٹ ہے اس میں کوئی چمک نہیں، کوئی نورانیت نہیں اس اندھیری کوٹھڑی میں ایک اور اندھیری کوٹھڑی ہے جس کو رحمِ مادر کہتے ہیں۔ یہ اس سے بھی زیادہ تنگ اور تاریک، اور اس میں پھر ایک اور اندھیری کوٹھڑی ہے وہ ہے مَشِیْمَۃٌ وہ جھلّی جس میں لگتا ہوا بچہ پیدا ہوتا ہے اور دایہ اُس کو کاٹ کر بچّے کو نکالتی ہے تو ماں کا پیٹ اس میں رحمِ مادر، رحمِ مادر میں وہ مشیمہ جھلّی، تو تین اندھیری کوٹھڑیوں میں انسان کو بنایا اور گندے قطرے سے بنایا اور گندی غذا سے بنایا۔ اس گندے انسان کو جب پاک بنایا تو اتنا پاک بنایا کہ فرشتوں سے بھی بازی لے گیا تو اس میں اللہ کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ اگر انسان کو جنّت ہی میں رکھتے اور وہیں دیتے ترقّی تو کوئی زیادہ کمال نہ سمجھا جاتا۔ ایک پاک عالم، نورانی عالم اس میں اگر نورانی مخلوق بن گئی تو بننا کوئی تعجّب انگیز نہیں۔ عجیب چیز یہ ہے کہ ظلمتوں میں گندگیوں میں سے پاکباز انسان نکالا، تو اس سے خُدا کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے، پھر اس کو لاکر رکھا دُنیا میں کہ دُنیا میں خود گندگی، کھانا پینا اور بول و براز اور نجاسات اور گندگی اس سب کے اندر رہ کر پھر انسان

بنتا ہے پاکباز تو اللہ کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے تو ملک حق تعالیٰ کا یہ ساری کائنات ہے۔

کائنات میں دُنیا سب سے کم تر عالم ہے
اس سے اُوپر بڑے بڑے عالم ہیں

اس میں کم تر عالم یہ دُنیا ہے۔ اس سے بڑے بڑے عالم ہیں۔ ع ستاروں کے پیچھے جہاں اور بھی ہیں۔ ایک ایک ستارے کو دیکھو سُورج کو دیکھو آج کل کی تحقیق کے مطابق چار کروڑ گنا بڑا ہے زمین سے یعنی چار کروڑ زمینیں بن سکتی ہیں اس میں اور یہ چھوٹا ستارہ ہے اور بڑے بڑے ستارے تواَن گنت ہیں۔ اُن کی بڑائیوں کی کوئی انتہا نہیں پھر اُن کے اُوپر آسمان ہیں سات، اُن کے اُوپر جنتیں ہیں سَو، اور اُن کے اُوپر پھر عظیم الشّان دریا ہے کہ جس کی ایک ایک موج پُورے آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہوتی ہے اس کے اُوپر عرشِ عظیم ہے اور کرُسی ہے تو حق تعالیٰ بادشاہ ہیں اور شہنشاہ ہیں، فقط ایک مُلک کے نہیں ہفت اقلیم کے نہیں۔ صرف دُنیا جہان کے نہیں بلکہ کروڑوں جہانوں کے بادشاہ ہیں اور اتنی بڑی بادشاہت کے کوئی ذرّہ بھی حرکت نہیں کر سکتا بغیر اُن کی مشیّت کے اور اُن کے حکم کے اور اذن کے۔ تو ملک کے اندر وسعت داخل ہے۔ اللہ کے مُلک میں تو کوئی حد نہیں وسعت کی، تو اس سورۂ ملک میں کیونکہ اللہ کے ملک کی وسعت بیان کی گئی ہے اس واسطے اس میں خاصیّت یہ ہے کہ یہ وسیع بھی کر دیتی ہے یہ قبر کو اتنا وسیع بنا دیتی ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ "مؤمن جب سوال وجواب میں پُورا اُترتا ہے تو اس کی قبر وسیع کی جاتی ہے۔ اتنی وسیع کہ تا حدِ نظر وہ میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔ باغ وبہار"، تو تنگ جگہ کو اتنا وسیع بنا دیا کہ حدِ نظر تک وہ وسعت محفوظ ہوتی ہے اور حدّ نظرِ حِسّی تو یہ ہے کہ آدمی جب لیٹتا ہے تو ایک دم اُس کی نگاہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے ...

یہ آسمان ہو نہ ہو اس کے اُوپر ہو آسمان بہرحال وسعتِ نظر اتنی ہے کہ وہاں تک پہنچتی ہے۔ یہ حسی نظر ہے اور وہاں کی نظر ہوتی ہے روحانی جو اس سے بھی زیادہ دُور تک پہنچتی ہوگی تو قبر کو اتنا بڑا عالم بنا دیتے ہیں کہ وہ دُنیا سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے تو گویا اس سورۃ کو "مانعہ" کہا گیا ہے کہ وہ روکتی ہے۔ ظلمت کو اور اتنی نورانیت پیدا کرتی ہے کہ تا حد نظر نور ہی نور نظر آتا ہے تو "مانعہ" اس بناء پر فرمایا گیا ہے، اور اس سورۃ کا دوسرا نام ہے مُنجیہ، یعنی نجات دینے والی تو

عذابِ قبر سے بھی نجات دیتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو روکتی ہے، دائیں طرف سے آتا ہے تو روکتی ہے اور اُوپر سے نیچے سے غرض چار طرف سے یہ روکتی ہے، تو نجات دے دیتی ہے بندے کو عذاب قبر سے، تنگی سے نجات دی، ظلمت سے نجات دی، عذاب سے نجات دی، اس واسطے اس کا نام منجیہ بھی ہے۔

اس سورۃ کا نام مُلک کیوں رکھا گیا

اور مُلک اس واسطے اس کا نام ہے کہ اللہ کی شہنشاہی کے اصُول بیان فرمائے گئے ہیں تاکہ دُنیا میں اسی انداز سے ہم نظام قائم کریں اور خلیفۃ اللہ بن کر اللہ کی حکومت کو دُنیا میں پھیلائیں اس واسطے اس کا نام مُلک ہے۔ مَیں نے عرض کیا تھا کہ ملک میں سب سے پہلی چیز جو آتی ہے وہ ہے بادشاہ کی ذات اس کے بعد آتی ہیں، بادشاہ کی صفات اس کے بعد آتے ہیں بادشاہ کے افعال اور اس کے بعد آتے ہیں افعال کے آثار کہ اس کے ملک میں کیا اثرات پھیلے اس کی حکومت کے اس میں سب سے پہلے تو اللہ کی ذات کو بیان کیا گیا۔ "تبارک" کے لفظ سے کہ بڑی مبارک ذات ہے، برکت والی ذات ہے تو برکت کے معنی مَیں نے یہ عرض کیے تھے کہ ساری خیر کا مجموعہ اور پھیلنے والی خیر تو خود ذاتِ بادشاہ ہے خیر کا منبع اور سَرچشمہ ہے اور اس سے خیر پھیلتی ہے تو جہانوں میں پھیل رہی ہے، ولادتیں ہو رہی ہیں۔ حیات ہو رہی ہے زندگی ہو رہی ہے۔ زندوں میں سے زندہ پیدا ہو رہے ہیں۔ پھر اُن میں سے اور پیدا ہو رہے ہیں۔ انسان میں سے انسان۔ پھر انسان کی ضرورت کے لیے جانور بنائے تو جانور میں سے ایک جانور اس میں سے دوسرا اس میں سے تیسرا کروڑوں جانور پیدا ہو رہے ہیں۔ پھر انسان کی ضرورت کے لیے مثلاً درخت اور نباتات ہیں تو درختوں میں یہ برکت کہ ایک درخت میں قلم لگایا تو دوسرا، دوسرے سے تیسرا تیسرے سے چوتھا، لاکھوں کروڑوں، اربوں، کھربوں درخت بنتے چلے جا رہے ہیں۔ جمادات کو دیکھو کہ پہاڑ ہیں۔ پہاڑوں میں پتھر ہیں۔ پتھر بڑھ بڑھ کر پہاڑ بن گئے ہیں۔ ریتہ جمع ہوا وہ پہاڑ ہو گیا پہاڑوں میں سے پہاڑ نکلتے چلے جا رہے ہیں تو برکت والے ہونے کا یہ مطلب کہ بادشاہ عالمین کی ذات بھی بابرکت کہ ہر خیر کا مجموعہ اور سَرچشمہ اور اس برکت کے آثار اتنے کہ برکت در برکت در برکت پھیلتی چلی آ رہی ہے ملک بھر میں برکات کا ظہور ہے تو ——————

اللہ کی ذات یعنی بادشاہ بحیثیت مَلِک اور بادشاہ ہونے کے اس کی شان یہ ہے کہ وہ خیر کا سرچشمہ اور پھیلنے والی خیر ہے اسی کو کہتے ہیں "برکت" کہ خود ذات میں بھی خیر ہو اور وہ پھیلے اتنی کہ کوئی انتہا نہ ہو تو اللہ سے زیادہ مبارک کس کی ذات ہے؟ برکت والی کس کی ذات ہے؟ تو فرمایا تبارک بڑی برکت والی ذات ہے جدھر دیکھو برکت پھیل رہی ہے پھر فرمایا کہ اَلَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ اُس کی ذات وہ ہے جس کے قبضے میں ہے ملک اور ملک چھوٹا موٹا نہیں کروڑوں اربوں کھربوں جہان ہیں اور اُن کے یہ شاخ در شاخ برکات سب اس کے قبضے میں ہیں کہ کوئی ذرہ بھی نہیں ہل سکتا کہ جب تک کہ اس کی مشیّت نہ ہو تو قبضے کا یہ عالم ہے ملک کے اُوپر، پھر نظامِ حکومت بھی ہے کہ جو چیز جس طرح بنادی وہ اسی محور پر گھوم رہی ہے، سورج ہے چاند ہے، زمین ہے اپنے ایک مرکز کے اِردگرد سارے اس کے اَفعال چکّر کھارہے ہیں، حرکت کر رہے ہیں

تو بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۔ ساری چیزیں اس کے قبضے میں ہیں۔ نظام اس کے قبضے میں ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب نظام پر قابو ہے بادشاہ کا تو ذرہ نہیں ہل سکتا تو اس کی مملکت کتنی پُر امن ہوگی، کتنی بابرکت ہوگی۔

فاضلین جامعہ سے ضروری اپیل

اراکینِ جامعہ مدنیہ اپنے فارغین درسِ نظامی وقرأت سبعہ وعشرہ اور راوبت حفص نیز فارغین طب اور جامعہ میں تکمیل حفظِ قرآنِ پاک کرنے والوں کے لیے بہت بڑے جلسۂ دستاربندی اور تقسیم اسناد کا پروگرام بنارہے ہیں لہٰذا جمیع فارغین سے درخواست ہے کہ رابطہ کے لیے اپنے موجود مکمّل پتے فی الفور روانہ کردیں تاکہ پروگرام طے پاجانے پر بروقت رابطہ کیا جاسکے اگر آپ کو دیگر فارغین کے پتوں کا علم ہو تو وہ بھی روانہ فرمائیں۔

○

نیز شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا السیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ متوسلین اور تلامذہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مکمّل تعارف کے ساتھ اپنے مکمّل پتے ہمیں ارسال فرمائیں اگر آپ کا فون ہو تو اس کا نمبر بھی تحریر فرمائیں۔

۱۹۔۶۔۱۹۸۰ء
پہلا درس الف

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہوکر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف ؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ و لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے نصیحت میں فرمایا۔ یَا بُنَیَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَیْھِمْ مَا یُوْعَدُوْنَ۔ لوگوں کے لیے جس چیز کا اُن کو ڈر سُنایا گیا تھا۔ وہ کافی طویل عرصہ ہوگیا ہے کہ وہ سُنتے آئے ہیں اور جس کی عمر لمبی ہوتی ہے، وہ کافی عرصے سُنتا رہتا ہے اور جو بہت عرصے سُنتا رہتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ ابھی تو بہت دن اور باقی ہیں یا جس نے تھوڑے عرصے زندگی گزاری ہو دُنیا میں، عمر چھوٹی ہو تو وہ بھی کہتا ہے کہ ابھی تو بہت باقی ہے۔ تو وہ غفلت میں رہتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وَھُمْ اِلَی الْاٰخِرَۃِ سِرَاعًا یَذْھَبُوْنَ۔ وہ آخرت کی طرف تیزی سے چلتے

جا رہے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جس انسان کو آخرت کی باتیں بچپن سے لے کر سُنتے سُنتے ایک طویل عرصہ ہوگیا ہو تو اس طویل عرصے میں ذہن نشین بھی ہو سکتی ہے اس طویل عرصے میں آدمی کو ایک طرح کی کَسَل سستی اور غفلت بھی ہو سکتی ہے تو دونوں صورتیں ہیں، وہ ان الفاظ میں آسکتی ہیں تو حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آخرت کی طرف تیزی سے چل رہے ہیں، یعنی ہر لمحہ آخرت کی طرف انسان جا رہا ہے۔ پیدائش کا وقت جب سے وہ دُنیا میں آیا ہے وہ دُور ہوتا جا رہا ہے اور انسان کے دُنیا سے رُخصت ہونے کا وقت ہر لمحہ قریب ہوتا جا رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ آہستہ آہستہ بلکہ تیزی سے گزرتا ہی جاتا ہے۔ گھڑی کی سیکنڈ سوئی دیکھتے رہیں تو پھر پتا چلتا ہے کس تیزی سے گزر رہا ہے وقت۔ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ جس دن سے تم وجود میں آئے ہو، اُس دن سے تم نے روانگی شروع کر دی ہے، تم روانہ ہو چکے ہو۔ ادھر سے پشت ہے تمہاری وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ آخرت کی طرف تمہارا رُخ ہے۔ ادھر تم جا رہے ہو۔ اور جا بھی ایسے رہے ہو جیسے کہ گویا اختیار نہیں ہے اس میں اپنا بلا اختیار جا رہا ہے وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا۔[1] یہ بھی خیال کرو کہ وہ گھر جس سے تم نکل کے جاؤ گے اور وہ گھر جس میں تمہیں جانا ہے۔ ان دونوں میں کونسا قریب ہے، کہتے ہیں یہ گھر جس سے تم نکل رہے ہو یہ دور ہے اور وہ گھر جس میں تم جا رہے ہو وہ نزدیک ہے تمہارے، یہ سب حکمت کی باتیں ہیں اور ان سب میں انسان کو آخرت سنوارنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس میں کوئی غریب ہو، درمیانہ حال ہو، امیر ہو، حاکم ہو، محکوم ہو، مرد ہو، عورت ہو، جو بھی ہو مکلف ہو سب کو یہ خطاب شامل ہے، یہ نصیحت سب کے لیے مفید ہے اور آخرت کی طرف توجہ رکھنی مسلمان کو بتلائی گئی ہے اور سب سے زیادہ نفع بخش عمل بھی یہی ہے کہ آخرت کا خیال رہے انسان کو، اگر کسی کو اللہ یہ توفیق دے کہ اس کے پیش نظر آخرت ہی زیادہ سے زیادہ رہے تو یہ خدا کا بڑا انعام ہوتا ہے۔ ظاہری اسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۵

حضرت مولانا سیّد اصغر حسین رحمہ اللہ
سابق استاذ دارالعلوم دیوبند۔

جزاءِ حُبِّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

جب جناب سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّہ معظمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کی تشریف آوری سے کئی روز پہلے سے مشتاقانِ جمال شہر سے نکل کر راستہ پر آبیٹھتے تھے اور شام کو مایوسانہ واپس ہو جاتے۔ بہت انتظار اور بڑی آرزوؤں کے بعد جب آپ تشریف لائے تو وہ دن اہلِ مدینہ کے لیے عید ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَمَّا قَدِمَ رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم المدینۃ اَضَاءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْءٍ (یعنی جس روز حضور اقدس تشریف فرما ہوئے تو آپ کے جمال سے مدینہ منوّرہ کی تمام چیزیں نورانی ہو گئیں، بڑوں کے ساتھ بچّے بھی خوشی منا رہے تھے اور لڑکیاں خوشی اور مبارکباد کے یہ سیدھے سادے گیت گا رہی تھیں۔ ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع

ثنیات الوداع سے ہم پر بدرِ کامل نے طلوع کیا اس لیے خدا کا شکر ہم پر ہمیشہ کے لیے واجب ہوا

لوگ ہر طرف سے آرہے تھے اور زیارت کر رہے تھے۔ انصار میں سے ایک نوعمر جوان طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے تو بے اختیار آپ کو لپٹے جاتے تھے اور آپ کے مُبارک ہاتھوں کو خوب بوسے دیے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ مجھے جس کام کو چاہیں ارشاد فرمائیں میں ہرگز کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ جناب سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس نوعمری میں ان کی اس پختگی اور جرأت کو دیکھ کر ہنس پڑے اور (بطورِ امتحان کے) فرمایا کہ جاؤ اپنے والد براء کو قتل کر آؤ۔ طلحہ تو تیار ہی کھڑے تھے اور اُن کی جان نثاری کچھ زبانی تو تھی ہی نہیں، فوراً تعمیلِ ارشاد کے

لیے چلنے لگے، جناب سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ٹھیرا لیا۔ اور فرمایا کہ (یہ محض آزمائش تھی) مجھ کو خُدا تعالیٰ نے قطع رحم کے لیے مبعوث نہیں کیا۔ (یعنی رشتہ داری کے تعلّقات قطع کرنے اور صلہ رحمی کے خلاف معاملہ کرنے کے لیے مجھ کو خُدا تعالیٰ نے نہیں بھیجا)۔

افسوس ہے کہ اس وفادار عاشقِ رُسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر نے وفا نہ کی۔ جوانی ہی میں وعدہ آپہنچا اور ایسے بیمار ہُوئے کہ زندگی کی اُمّید نہ رہی۔ آخری وقت میں جب رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن کو دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے ہیں تو عجب حسرت کا وقت تھا۔ ایک وفادار خادم اور بے ریا مخلص بسترِ مرگ پر پڑا ہے اور دُنیا سے رُخصت ہونے کے لیے تیّار ہے۔ سامنے جان و مال سے زیادہ پیارا سردار اور ماں باپ سے زیادہ شفیق مربّی کھڑا صُورت کو دیکھ رہا ہے۔ حُکمِ خداوندی سے کچھ چارا نہیں دیکھتا اور باچشمِ پرآب واپس ہوتا ہے۔

آپ نے ان سے علیحدہ ہو کر بعض لوگوں سے فرمادیا کہ طلحہ پر علاماتِ موت ظاہر ہو گئے ہیں۔ اَب غالباً یہ زندہ نہیں رہیں گے۔ جَب انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا تاکہ آکر نماز پڑھوں اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا۔ کیونکہ مُسلمان کی نعش کو گھر میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں۔

بنی عمرو بن عوف کا یہ محلہ جس میں یہ انصاری بیمار تھے۔ مدینہ منوّرہ سے علیحدہ تین میل کے فاصلہ پر مسجد قبا کے اطراف میں واقع تھا اور راستے میں یہودی لوگ آباد تھے۔ آپ وصیّت و نصیحت فرما کر دن ہی کو مدینہ منوّرہ واپس آگئے۔

جس طرح دن کا باقی حصّہ جلد جلد گذر رہا تھا۔ اسی طرح طلحہ بیمار کے آخری سانس ختم ہوتے جاتے تھے۔ رات ہوگئی اور طلحہ کا بالکل اخیر وقت آگیا مگر واہ ری محبّت، نہ اپنے مرنے کا غم ہے نہ عزیز و اقارب کی دائمی مفارقت کا رنج۔ خیال ہے تو جناب سرورِ عالم کا۔ اور فکر ہے تو آپ کی حفاظت کی۔ مرنے سے پہلے ہوش آیا تو اپنے تیمارداروں کو بُلا کر فرمایا کہ "دیکھنا جب مَیں مر جاؤں تو تم لوگ خود ہی میری نماز پڑھ کر مجھے دفن کر دینا۔ جناب رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اطلاع نہ کرنا۔ رات کا وقت ہے جگہ دُور ہے۔ راستے میں یہودیوں کے مکانات اور اُن کا زور ہے۔ وہ ہروقت ایذا رسانی کی فکر میں رہتے ہیں اور کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتے۔ مبادا وہ اپنی شرارت سے کوئی سازش کریں اور میری وجہ سے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو گزند پہنچے"۔

مرنے کے بعد ایک سچے مُسلمان کی اس سے بڑھ کر کیا آرزو ہو سکتی ہے کہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے جنازہ پر آکھڑے ہوں۔ نماز پڑھا دیں۔ استغفار و دُعا کرکے اس کو گناہوں سے پاک کرا کر جنّت میں داخل کرا دیں۔ آپ کی نماز و دُعا سے قبر میں نُور اور رُوح پر رحمت ہو، لیکن عقلمند طلحہ نے اس اپنی دینی آرزو کا خُون ہونا گوارا کیا، لیکن سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مقدس کی حفاظت اور آپ کو خطرہ سے بچانے کا اسلامی فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہ کی۔ کیوں نہ ہو آخر یہ بھی تو اُنہیں انصار میں سے تھے جن کی مدح خود حق تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[1] دوسرے الفاظ میں یُوں کہہ سکتے ہیں کہ طلحہ رضؓ نے ذاتی فوائد پر قومی منافع کو ترجیح دی کیونکہ وجودِ باجود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تمام مُسلمانوں کے لیے موجب ہدایت و برکت تھا اور تمام عالم کے لیے باعثِ رحمت۔

انصار نے ان کی وصیّت پر عمل کیا اور رات ہی کو طلحہ اس پہلی منزل میں پہنچ گئے جس میں آرام یا تکلیف کے ساتھ ہر شخص کو قیامت تک ٹھہرنا ہے اور جس کی راحت و تکلیف کو سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مختصر اور جامع الفاظ نے اس طرح ظاہر فرما دیا ہے۔ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ۔ صُبح کو اس محلّہ کے لوگ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور طلحہ رضی اللہ عنہ کی وصیّت اور وفات اور تجہیز و تکفین کی آپ کو اطلاع دی۔ بقول شخصے۔ ؎

آئے تھے تم کل جسے بیمار ہجران چھوڑ کر　چل دیا وہ رات سب ہستی کے سامان چھوڑ کر

طلحہ مرحوم کی وفات اور مخلصانہ خیر خواہی کا قلب مبارک پر بہت اثر ہُوا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر محلہ بنی عمرو میں تشریف لے گئے تشریف آوری کی خبر سُن کر حسبِ عادت بہت سے انصار جمع ہو گئے آپ اُن کی قبر پر تشریف لائے اور سب حاضرین صف باندھ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہُوئے، اور آپ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ (باقی صہ ۴۶ پر)

---

[1] مطلب آیت کا یہ ہے کہ دوسروں کی مصلحت کو اپنی ذاتی ضرورتوں پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ اُن کو کتنی ہی تکلیف اور دشواری پیش آوے۔ اگرچہ نزول اس آیت کا انصار کے ایک خاص کُنبے اور گھرانے کی نسبت ہُوا ہے لیکن مفہوم اس کا عام ہے اور تمام انصار کی صفت و مدح معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲

تلمیذِ حضرت مدنیؒ

ڈاکٹر ابوعبدالرحمٰن جدون

مولانا ڈاکٹر محمدّ مظہر بقا

آپ منشی ثامن علی کے فرزند ہیں، موضع ملکانہ ڈاک خانہ مصطفےٰ آباد ضلع رائے بریلی کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں سرونج ریاست ٹونک آئے اور مستقلاً یہیں آباد ہو گئے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں۔ آپ کی دادی صاحبہ حضرت سیدّ احمد شہیدؒ کے خاندان سے تھیں اور محلہّ تکیہ رائے بریلی کی تھیں۔

۲۳ رشعبان ۱۳۴۰ھ، ۲۱ راپریل ۱۹۲۲ء بروز جمعہ "سرونج" میں پیدا ہوئے۔ "محمدّ مظہر بقا" تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۴۰ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ عرفیت "بقاء اللہ" ہے

مقامی ریاض المدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۲۰ رشعبان ۱۳۶۰ھ کو وہاں سے دورۂ حدیث کے بعد سند الفراغ حاصل کی۔ دورۂ حدیث مولانا سیدّ حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اساتذہ سے پڑھا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ۱۹۴۰ء میں مولوی فاضل (ادب)، پنجاب سے ۱۹۴۴ء میں منشی فاضل، آگرہ سے ۱۹۴۲ء میں "ادیب ماہر" کے امتحانات پاس کیے، اجمیر بورڈ سے ۱۹۴۴ء میں میٹرک (صرف انگریزی) ۱۹۵۷ء میں پنجاب بورڈ سے انٹر اور ۱۹۵۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے، ۱۹۶۱ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور ۱۹۶۸ء میں اسی یونیورسٹی سے اسلامیات میں پی ایچ ڈی کیا۔

ہندوستان کے مختلف شہروں میں مختلف ملازمتیں کیں، حیدرآباد دکن کے ایجوکیشن کور میں جے سی او رہے۔ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو پاکستان چلے آئے اور کراچی میں قیام کیا۔ کراچی میں ۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو مفتی محمدّ شفیع صاحبؒ کے دارالعلوم کراچی میں نائب مفتی اور مدرس کی حیثیتّ سے کام کیا۔ ۳ اگست ۱۹۵۵ء کو ایس ایم لا کالج کراچی میں لیکچرر کی حیثیتّ سے ملازم ہوئے، ۲ نومبر ۱۹۶۱ء کو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد میں لیکچرر کی حیثیتّ سے تقرر ہوا۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو کراچی یونیورسٹی میں لیکچرر کی حیثیتّ سے لیے گئے

۳ر مئی ۱۹۷۷ء کو کراچی یونیورسٹی کے شعبہ علومِ اسلامی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔

تصانیف میں ابو العلاء المعرّی، چند تقریریں۔ یہ کتابیں ادارہ مجدّدیہ ناظم آباد ۳ کراچی سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئیں

اصُول فقہ اور شاہ ولی اللہ۔ یہ دراصل آپ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ جسے مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد نے شائع کیا، مگر بقول آپ کے اس کی طباعت میں تین ہزار غلطیاں رہ گئیں۔

رسالہ "فخر الحسن" یہ مولانا فخر الدّین دہلویؒ کا رسالہ ہے جسے آپ نے ایڈٹ کر کے اس پر مقدمہ لکھا ہے۔ اسے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔

تفسیر، حدیث، فقہ، یہ انٹر کے کورس کے لیے سندھی میں لکھی ہوئی تین کتابیں ہیں جنہیں آپ نے ایک سندھی اُستاد کی اعانت سے اُردو میں ترجمہ کیا اور ۱۹۶۲ء میں اُنہیں حیدر آباد بورڈ نے شائع کیا۔ اسلام کا نظامِ میراث۔ مذاہبِ اربعہ کے مطابق۔ یہ کتاب آپ نے پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ کراچی کو لکھ کر دی ہے۔

ان کے علاوہ آپ کی نگرانی میں کئی تحقیقی مقالات برائے پی ایچ ڈی بھی لکھے گئے۔ اب کئی سالوں سے آپ سعودی عرب میں علمی کام کر رہے ہیں۔

راقم الحروف کے بزرگ دوستوں میں سے ہیں۔

ضروری اطلاع

قارئین محترم آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہر چیز گرانی اور مہنگائی کا شکار ہے لیکن اس کے باوجود ادارہ "انوارِ مدینہ" اس کوشش میں ہے کہ رسالہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر طبع ہو، مزید برآں یہ کہ آئندہ شمارہ سے رسالہ میں آٹھ صفحات کا اضافہ بھی کیا جا رہا ہے، ان وجوہات کی بناء پر رسالہ کا سالانہ چندہ ایک سو سے بڑھا کر ایک سو دس روپے کر دیا گیا ہے۔ اس ناگزیر اضافہ پر ہم قارئین سے تعاون کی پوری پوری اُمیّد رکھتے ہیں۔

(ادارہ)

(مضامین علمیہ)

دوسری اور آخری قسط

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرّس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

ہمارے اکابر کا اصل مسلک

ایک رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" کے نام سے مکتبہ خانقاہ اقبالیہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ ٹائٹل پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا نام رسالہ کے مرتّب کے طور پر درج ہے۔ چونکہ اس رسالہ کی ترویج و اشاعت سے بہت فساد کا اندیشہ تھا (اگرچہ مصنّف و مرتّب کی نظر میں اندیشہ مغلوب ہے) اس لیے ہمارے حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلہ العالی کی رائے عالی یہ ہوئی کہ اکابر کا مسلک صحیح صحیح پیش کر دیا جائے اور مرتّب رسالہ کو جو غلط فہمی ہوئی اس کا ازالہ بھی کر دیا جائے۔ امتثالاً للامر یہ چند صفحات لکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

پانچویں فصل: نقشہ نعل مبارک سے استبراک و توسل کے بارے میں ضروری وضاحت

اسی رسالہ میں ایک اور عمل جس کی عوام کو ترغیب دی گئی ہے، نقشہ نعل مبارک سے توسل اور برکت حاصل کرنے کا ہے۔ تحریر ہے کہ

"مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بتجربہ بزرگانِ دین نقشہ نعل مقدس حضور سرورِ عالم فخر آدم صلّی اللہ علیہ وسلّم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے، اس لیے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلّی اللہ علی صاحبہ فوق عدد الرمال حسبِ روایت امام زین الدین عراقی محدّث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنی حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول کرائیں۔" (ص ۳۳ اکابر کا مسلک و مشرب)

ؔ برکت طلب کرنا

اوّل تو دیگر حضرات نے مثلاً مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔ مفتی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہُوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی استعمال کی ہُوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اور فرطِ محبّت سے اُس کو بوسہ دینا۔ سر پر اُٹھا لینا بھی موجبِ سعادت ہے مگر یہ تو اصل نعل نہیں اس کی تصویر ہے اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل شی کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پائے مبارک موئے مبارک اور قمیص مبارک جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جا سکتی ہیں اور اگر ان میں بھی اصل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر آج ہی بے شمار تصویریں بن جائیں گی اور ایک فتنۂ عظیمہ کا دروازہ کُھل جائے گا۔ جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبّت کا معاملہ کیا وہ ان کے والہانہ جذباتِ محبّت کا نتیجہ تھا مگر دستور العمل قرار دینے کے لیے حجّت نہیں ہو سکتا۔" (کفایت المفتی، ج:۲ ص:۶۱)

دوسرے حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی مکاتبت کے جواب میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ نیل الشفاء سے واضح طور پر رجوع فرمالیا۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اس لیے مناظرانہ کلام کو بند کرکے ناظرانہ عرض کرتا ہُوں کہ گو احتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا، چنانچہ مکتوبات خیر کے حصّہ سوم بابت ۳۳ھ کے صفحہ ۱۵ میں بھی ایک صاف مضمون ہے۔ مگر مسئلہ میں تردد نہ ہُوا تھا، لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہوگیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اخلاق اہواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بحکم دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُكَ (الحدیث) اپنے رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہُوں اور کوئی درجہ تسبب للضرر کا اگر واقع ہوگیا ہو اس سے استغفار اور کسی عاشق صادق کے اس فیصلے کا استحضار اور تکرار کرتا ہُوں۔

علی اننی راض بان احمل الھویٰ　　واخلص منہ لا علیّ ولا لیا" (کفایت المفتی ج ۲ ص ۶۸)

اس پر مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے مزید وضاحت فرمائی کہ یہ رجوع استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع تھا۔ فرمایا۔

"حضرت اقدس حکیم الامّت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ نیل الشفاء سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ نیل الشفاء سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشۂ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر و اشاعت کی تحریض مقصود ہے۔ اب حضرت مولانا دام فیضھم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مدِ نظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع فرمالیا ہے۔ رہا کسی عاشق صادق اور مجذوب محبّت کا والہانہ طرزِ عمل تو وہ بجائے خود مذموم نہیں بلکہ مسکوت عنہ ہے۔ اسی طرح نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہوجانے کا جو ذکر ہے اُس کا حاصل بھی بجائے جزم جواز سابق کے عدم جزم جواز ہے نہ جزم عدم جواز۔ پس عشاق پر طعن نہ کیا جائے"۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۶۹)

مقامِ حیرت و تعجب ہے کہ رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" کے مرتّب نے اکابر کا مسلک و مشرب پُورے طور پر معلوم کیے بغیر وہ باتیں اُن کی طرف منسوب کر دی ہیں جن سے وہ رجوع کر چکے ہیں۔

چھٹی فصل: احمد رضا خان بریلوی اور اُن کے ہم عقیدہ اہلِ سُنّت سے خارج ہیں۔

رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" کے مرتّب لکھتے ہیں۔

"اہلِ سُنّت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقۂ فکر کے لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے"۔ ص۵

"اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہلِ سُنّت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بُنیادی اختلاف نہیں ہے"۔ ص۳۸

"اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ فرقۂ ناجیہ اہلِ سُنّت والجماعت متحد ہو کر یہود و نصاریٰ کا ... مل کر یک جان ہو کر مقابلہ کریں"۔ ص۳۸

اس قسم کی عبارتوں سے مرتّب رسالہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بریلوی بھی اہلِ سُنّت والجماعت میں شامل ہیں۔ یہ عجیب تجاہلِ عارفانہ ہے۔ پھر ایک جانب یہ کہتے ہیں کہ ان میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بُنیادی اختلاف نہیں ہے اور دوسری جانب طبقۂ فکر بھی کہتے ہیں، حالانکہ فکر و عقیدہ ہم معنی ہیں، اسی لیے شیعہ و سُنّی کو مختلف طبقۂ فکر کہا جاتا ہے حنفی شافعی کو مختلف طبقۂ فکر نہیں کہا جاتا، اور عقیدہ کے اختلاف ہی سے تو آدمی اہل السنت والجماعت

سے خارج ہوتا ہے۔

پھر بریلوی ہیں احمد رضا خان بریلوی کی طرف نسبت ہے یعنی جو کوئی احمد رضا خان اور اُس کے ہم عقیدہ کے ساتھ عقائد و اعمال میں شریک ہے وہ بریلوی ہے اور احمد رضا خان یقیناً اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے۔

آپ ذرا ان لوگوں کے عقائد تو ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) بہارِ شریعت حصّہ اوّل میں یہ عقیدہ درج ہے۔

"حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ عزّوجل کے نائب مطلق ہیں تمام جہان حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں اُن کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہان اُن کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سُنّت سے محروم رہے تمام زمین ان کی ملک ہے تمام جنّت اُن کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوات والارض حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زیر فرمان۔ جنّت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عطا کا ایک حصّہ ہے۔ احکام تشریعیہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قبضہ میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں"

اس عقیدہ سے متعلق خود احمد رضا خان کی عبارتیں ملاحظہ ہوں:

"احکام شریعت حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں نا جائز فرما دیں۔ جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنٰی کر دیں" (الامن والعلیٰ ص ۱۵۱)

"حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی مرادیں سب حضورؐ کے اختیار میں ہیں" (برکات الامداد یہ ص ۸ بحوالہ دل کا سرور)

اس عقیدہ کے بارے میں مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

"یہ عقیدہ سراسر قرآن و حدیث اور شریعت مقدسہ کی تعلیم کے خلاف ہے اور ضلالت و

گمراہی کی تعلیم ہے۔ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ سیّد المرسلین خاتم النّبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے افضل اور اعلم ہیں، لیکن فرائض کو معاف کر دینا۔ حلال کو حرام کر دینا۔ جنّت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں ہونا یہ کوئی بات قرآن وسُنّت سے ثابت نہیں۔" (کفایت المفتی ص ۸۵، ج ۱)

(۲) علم غیب اور علم جمیع مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے بارے میں احمد رضا خان کے حوالے ملاحظہ ہوں :

"روزِ اوّل سے روزِ آخر تک سب مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ اُنہیں یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بتایا۔" (انباء المصطفی)

"ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلّی اللہ علیہ تعالیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔" (انباء المصطفی)

"ایک حافظ صاحب جو حضور پُر نور امام اہلِ سُنّت قدس سرّہٗ کے مخلصین میں سے تھے، کچھ کلام بغرض اصلاح سُنانے کے لیے حاضر ہُوئے۔ اجازت عطا ہُوئی۔ سُنانا شروع کیا درمیان میں اس مضمون کے اشعار تھے کہ یا رسول اللہ میں حضور کی محبّت میں دن رات تڑپتا ہُوں۔ کھانا پینا سونا سب موقوف ہوگیا ہے۔ کسی وقت مدینہ طیّبہ کی یاد دل سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حافظ صاحب اگر جو کچھ آپ نے لکھا ہے، یہ سب واقعہ ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت میں آپ فنا ہو چکے ہیں اور اگر محض شاعرانہ مبالغہ ہے تو خیال فرمایئے کہ جھوٹ اور کونسی سرکار میں جنہیں دلوں کے ارادوں خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ عزّوجل نے ماکان وما یکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔"

(حدائق بخشش حصّہ سوم)

خُدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(حدائق بخشش حصّہ اوّل، بحوالہ اظہار العیب ص ۲۴)

"عقیدہ: اللہ عزّ وجل نے انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کو اپنے غیوب پر اطّلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرّہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے مگر یہ علم غیب کہ اُن کو ہے اللہ کے دیے سے ہے لہٰذا اُن کا علم عطائی ہُوا اور علم عطائی اللہ عزّ وجل کے لیے محال ہے کہ اُس کی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہُوا نہیں ہوسکتا، بلکہ ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیاء بلکہ سیّد الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ علیہم وسلّم سے مطلق علم غیب کی نفی کرتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق ہیں۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔

یعنی قرآن کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کُفر کرتے ہیں کہ آیت نفی دیکھتے ہیں اور ان آیتوں سے جن میں انبیاء علیہم السّلام کو علومِ غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے۔ انکار کرتے ہیں، حالانکہ نفی و اثبات دونوں حق ہیں کہ نفی علم ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ الوہیت ہے اثبات عطائی کا ہے کہ یہ انبیاء ہی کی شایانِ شان ہے اور منافی الوہیت ہے اور یہ کہنا کہ ہر ذرّہ کا علم نبی کے لیے مانا جائے تو خالق و مخلوق کی مساوات لازم آئے گی باطل محض ہے کہ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ عزّ وجل کے لیے بھی اتنا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہے گا مگر کافر، ذرات عالم متناہی ہیں اور اس کا علم غیر متناہی ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال کہ خدا جہل سے پاک۔ نیز ذاتی و عطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے الخ۔

(بہارِ شریعت حصّہ اوّل ص ۱۲)

علمِ غیب کے بارے میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

"... پس جب صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول علیہ السّلام کو ہرگز علمِ غیب نہیں مگر جس قدر اطّلاع دی جائے اور اُس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سب غیب کو جانتے ہیں شرکِ قبیح جلی ہووے گا، معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مُسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسد سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدے والا مشرک ہُوا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"جملہ کتب میں فقط مجلس نکاح کے حضور کو ہی شرک لکھ دیا ہے اور مؤلف کو اس قدر بھی خبر

نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہہ کا مساوی ہونا ضروری نہیں، نفس وجہ شبہہ کافی ہوتی ہے لہٰذا یہاں نفس علم غیب میں برابری شرک ہے۔" (براہین قاطعہ ص ۵۴)

اَب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے بریلویوں کے یہ دو مسلّمہ عقائد پیش کیے جو اہلِ سُنّت کی نظر میں کفر و شرک ہیں کیا ان کو تسلیم کرتے ہُوئے بھی بریلویوں کو اہلِ سُنّت ہی کا ایک گروہ سمجھا جائے گا اور اس کا ادراک خود احمد رضا خان کو رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" کے مرتّب سے زیادہ تھا اسی لیے وفات سے کچھ ہی پیشتر جو وصیّتیں کیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔

"اور میرا دین و مذہب جو میری کُتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" (وصایا شریف ص ۱۰)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ مرتّب رسالہ کے قول ______ "اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنّت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔" (ص ۳۸) کے برعکس

ان دونوں جماعتوں کے درمیان بُنیادی اختلافات بھی ہیں جو بہت گہرے ہیں اور انہی اختلافات کی بُنیاد پر تو تفریق عمل میں آئی جیسا کہ احمد رضا خان کے عقائد سے واضح ہے لہٰذا مرتّب رسالہ کا یہ کہنا کہ "دھیرے دھیرے اعتقادی اختلاف اور سخت دُشمنی میں تبدیل ہوگیا" محض غلط ہے۔

ساتویں فصل: بدعتی کی توقیر پر وعید

آخر میں ہم مرتّب رسالہ کی توجہ ایک حدیث کی طرف کراتے ہیں۔ "مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ" مرتّب رسالہ نے بدعتی کی توقیر اس طرح کی ہے کہ ان لوگوں کو اس طرح ذکر کیا ہے۔ "حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ، حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ وغیرہم" (ص۵)

حالانکہ خود مرتب کے شیخ الشیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ براہین قاطعہ میں عبدالسمیع کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"اس سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمی بانوارساطعہ کہ فی الواقع ظُلمات باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گزری کہ اُس کے مؤلّف نے صراحتاً علمائے راسخین اور

اولیائے مقبولین پر طعن و شتم کر کے مورد مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ کا ہُوا ہے اور یہ طرفہ کہ وہ خود علم و فہم سے بالکل عاری جہل مرکّب میں مبتلا ہے نہ سائل کی مراد سے واقف نہ مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعوی و دلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اس پر دعوٰی علم و تبحر و تفقہ کا وہ کچھ کہ گویا دُنیا میں لاثانی ہے اور باوصف اس زعم و تبختر و ناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اخفاء میں مکنون کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تاکہ گنجائش باقی رہے، مگر بقول

ع نہاں کہ ماند آں رازے کزو سازند محفلہا۔

چونکہ مؤلّف مجمع جہلاء میں فخراً اپنی اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصوّر کر کے تمدح کر کے داد چاہتا ہے اور بریں فہم و دانش و علم چند جہلاء کی تحسین پر اپنے جامہ میں نہیں سماتا، چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوٰی کی ہے لہٰذا خُوب روشن ہوگیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہُوا کہ مؤلّف اُس کا مولوی عبد السمیع رام پُوری ہے جو میرٹھ میں برمکان شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اُس نے ابتدائے طفلی سے رسائل مبتدعین کی جمع کر کے یہ ملکہ واہیہ بہم پہنچایا اور باوجودیکہ خدمت جناب مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارن پوری اور مولوی شیخ محمّد صاحب تھانوی اور مولوی محمّد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم میں یہ بضاعۃ مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی، ان کو بھی مع علماء متقدم و متأخر کے نشان سہام طعن و شتم بنایا۔"

(براہینِ قاطعہ ص ۵، ۶)

مرتّب رسالہ پر تعجّب در تعجّب ہے کہ یہ تمام اُمور جو ذکر کیے گئے کوئی مخفی نہ تھے، پھر کیونکر ان میں اشتباہ ہُوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان تحریر کیے ہُوئے صفحات کو ہمارے لیے بھی اور مرتّب رسالہ کے لیے بھی تذکیر کا اور احقاق حق و ابطال باطل کا ذریعہ بنا دیں۔ و للہ الحمد اولاً و آخراً۔

انوارِ مدینہ

نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی شکایت حافظ محمّد یعقوب صاحب خادمُ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے کی جائے، خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔ (ادارہ)

بسلسلہ ہمارے اکابر کا اصل مسلک

سیّد احمد شہیدؒ سے

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے رُوحانی رشتے

سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلہ

○

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت "پچھلی قسط میں گزری ہے کہ "حضرت اعلیٰ کا ارشاد پانچ چھ سال پہلے یہی تھا کہ نفسِ ذکر جائز اور قیود بدعت' چنانچہ اس قسم کی تحریرات اب بھی موجود ہیں"۔ حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلہ العالی کا یہ مضمون اس عبارت کی گویا شرح ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ پر حضرت سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کا مختلف طریقوں سے بلاواسطہ بھی اور بالواسطہ بھی اثر ہے تو عادت وعقل اسی کو ترجیح دیتی ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لائن بھی وہی ہوگی جو خود حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی حضرت سیّد صاحبؒ کے طریقِ مستقیم کے مخالفین سے حضرت حاجی صاحب کو دُور کی نسبت بھی نہیں تھی۔

"یہ ۱۲۳۳ھ کے اواخر کی بات ہے۔ امام المجاہدین حضرت سیّد احمد[1] شہیدؒ دہلی سے دو آبے کے دَورے پر روانہ ہوئے۔ مرشدِ وقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی قدس سرہٗ (۱۲۳۹ھ) نے اپنے جواں سال مُسترشد و خلیفۂ اعظم کو اپنا لباسِ خاص پہنایا اور بڑی خوشی سے رُخصت کیا۔"

(سیرۃ سیّد احمد شہید صـ۱۲۳)

---

[1] از اولادِ سیّد شاہ علم اللہ نقشبندیؒ (م ۱۰۹۶ھ) خلیفہ حضرت سیّد آدم بنوریؒ (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) ولادتِ باسعادت: صفر ۱۲۰۱ھ بمقام تکیہ رائے بریلی، شہیدِ بالاکوٹ (علاقہ ہزارہ) ۲۴ ذیقعد ۱۲۴۶ھ

غازی الدین نگر، مُرادنگر، میرٹھ اور اُس کے نواح واطراف، سردھنہ، بڈھانہ، پھلت، مظفرنگر، دیوبند، سہارنپور، اور اُس کے نواح، انبیٹھہ، گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون اور کاندھلہ وغیرہ مقامات و قصبات میں جگہ جگہ قیام ہُوا۔ سینکڑوں خاندانوں اور ہزاروں آدمیوں نے حضرت سیّد صاحب رحؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور شرک و بدعت اور قدیم خلافِ شرع رسُوم سے توبہ کی۔ حضرت سیّد صاحب رحؒ کا یہ سفر بارانِ رحمت کی طرح تھا کہ جہاں سے گزرتا۔ سرسبزی و شادابی، بہار اور برکت چھوڑ جاتا ہے۔" (سیرۃ سیّد احمد شہید رحؒ ص ۱۲۴ تا ۱۴۲)

اس مُبارک سفر میں غالباً تھانہ بھون یا نانوتہ کے مقام پر ایک کمسن بچّہ بھی حصولِ برکت و سعادت کے لیے حضرت سیّد صاحب رحؒ کی گود میں دیا گیا۔ آپ نے اُسے بیعتِ تبرّک میں قبول فرمایا، اقبال و فیروز مندی نے اس سعید بچّے کے قدم چُومے۔ وہ اپنے سِنِ شعُور کی منزلیں طے کرتا ہُوا عالمِ شباب میں آیا تو مُقتدائے عُلماء و صلحاء بن گیا۔ رحمتِ خداوندی نے اس کے سرِ مُبارک پر سروری و سرداری کی کلاہِ افتخار رکھی اور "شیخ العرب والعجم" بنا دیا۔ یہ طالع ارجمند اور رفیع و بالا بلند شخصیّت تاریخ میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مُہاجرِ مکّی کے نامِ نامی سے زندۂ جاوید ہے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی　　می تافت ستارۂ بلندی

حضرت حاجی صاحب رحؒ بچپن کے اس مُتبرّک واقعے کو اپنی مجلس میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ مولانا صادق الیقین راوی ہیں۔

"فرمایا، مَیں تین سال کا تھا کہ سیّد صاحب کی آغوش میں دیا گیا اور اُنھوں نے مجھ کو بیعتِ تبرّک میں قبول فرمایا۔"[1] (شمائمِ امدادیہ ص ۹۹، امداد المشتاق ص ۶۲)

---

[1] قطبِ وقت حضرت حاجی شاہ عبدالرّحیم صاحب شہید ولایتی رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور میں مسجد ابُونبی میں اقامت رکھتے تھے، اُنھیں تین بزرگوں سے انتسابِ بیعت و اجازت حاصل تھا۔ اوّل سلسلۂ عالیہ قادریہ قمیصیہ میں قطبِ زمانہ حضرت سیّد رحم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۴ھ) سے مُرید و مجاز ہُوئے۔ پھر حضرت شاہ عبدالباری چشتی امروہوی رحؒ (م ۱۲۲۴ھ) سے بیعت ہوکر نسبت و خلافتِ چشتیہ حاصل کی۔ آخر میں ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ میں امیرالمومنین امام المجاہدین مجدّدِ مائۃ سیزدہم حضرت سیّد احمد شہید رحؒ (م ۱۲۴۶ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور مجاز ہُوئے۔

ایک عجیب اتفاق

یہ ایک عجیب قدرتی اتفاق ہے کہ حضرت سیّد صاحبؒ کے اسی مُبارک سفر کے دوران حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے دادا پیر حضرت شاہ عبدالرّحیم ولایتیؒ اور پیر و مُرشد حضرت میانجیو نور محمدؒ صاحب جھنجھانوی بھی حضرت سیّد صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالرّحیم ولایتیؒ نے حضرت سیّد صاحبؒ سے شرفِ بیعت اُس وقت حاصل کیا جب سیّد صاحب سہارنپور میں رونق افروز ہوئے۔ اس تمام سفر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالحی صاحب اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمدؒ اسمٰعیل شہیدؒ ہمرکاب تھے۔ اُن کے مواعظ سے بہت اصلاح و انقلاب ہُوا۔ اس ایک سفر نے وہ کام کیا جو بڑے بڑے مشائخ کا تزکیۂ باطن اور بڑے بڑے عُلماء و مصلحین کی برسوں کی تربیت ظاہر کرتی ہے۔ ہر ہر جگہ سینکڑوں آدمی متقی، متورع عابد، متبعِ سُنّت اور ربّانی بن گئے۔" (سیرۃ سیّد احمد شہید ص ۱۴۳/۱)

سیّد صاحبؒ سہارنپور میں

سہارنپور میں حضرت سیّد صاحب کا والہانہ عقیدت سے خیر مقدم کیا گیا۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی منظورۃ السُعداء کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"سہارنپور سے باہر ایک جمِّ غفیر استقبال کے لیے موجود تھا۔ آپ نے مغرب کی نماز مسجد ابونبی میں پڑھی۔ اس کے ایک حجرے میں حاجی عبدالرّحیم صاحب ولایتی رہتے تھے جو بڑے مشائخ میں سے تھے، سینکڑوں آدمی اُن کے مُرید تھے، اُنھوں نے اپنے تمام مریدوں کے ساتھ بیعت کی اور اپنے تمام نیاز مندوں کو بُلا کر کہہ دیا کہ سب آپ سے بیعت ہو جاؤ، ایسا مُرشد کامل پھر ملنا مشکل ہے۔ تہائی رات تک بیعت کرنے والوں سے آپ کو فرصت نہیں ہُوئی۔ دو روز تک اُنہیں کے گھر دعوت رہی۔" سیرۃ سیّد احمد شہیدؒ (ص ۱۳۴/۱)

سیّد صاحبؒ سے حضرت میانجیو کی بیعت و اجازت

حضرت حاجی عبدالرّحیم ولایتی نے قاصد بھیج کر حضرت میانجیو نُور محمدؒ صاحب جھنجھانوی کو لوہاری سے سہارنپور بلالیا اور اپنے سامنے حضرت سیّد احمد شہید کے دستِ حق پرست پر بیعت کرایا۔ اِسی مجلس میں حضرت میانجیو صاحب کو اجازت و شجرات عطا کیے گئے۔ حضرت شیخ محمدؒ مُحدِّث تھانویؒ (خلیفۂ حضرت میانجیو صاحب جھنجھانویؒ) اپنی تالیف "انوارِ محمدیؐ"

ہیں رقمطراز ہیں :

"حضرت حاجی صاحب دادا پیر، حاجی عبدالرحیم مصدر الاوصاف بحضرت شیخ المشائخ میانجیو صاحب پیر و مرشدم تحریر فرمودہ از سہارنپور، بمقام لوہاری ارسال داشتند، ہنگام رونق افروزئ آنجناب نزد میر صاحب حضرت سیّد احمد صاحب وقبلہ دادا پیر قدس اسرارہم در بلدۂ سہارنپور، ودر ہمان زمان حاجی صاحب قبلہ ممدوح قدس سرہٗ پیر و مرشد صاحب قبلہ را رُو برُوی خود بیعت از سیّد صاحب ممدوح کنانیدند و اجازت و شجرات عنایت شدند۔" (ص ۳۵۔ مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۹۱ھ)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی

"نقشِ حیات" میں اس تاریخی ملاقات کا ذکر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ صدق ترجمان کے حوالے سے ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"حضرت سیّد صاحب اپنے دَورۂ تبلیغ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ ولایتی (دادا پیر حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب مکّی رحمہما اللہ تعالیٰ) سے ملاقی ہُوئے تو منجملہ اور لوگوں کے حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب نے بھی بیعت حضرت سیّد صاحب کے ہاتھ پر کی (حالانکہ وہ خود صاحب ارشاد کامل تھے، ہزاروں آدمی اُن کے مُرید تھے) اور فرمایا کہ واقعہ میں کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی مجھ کو حاجت نہیں ہے، مگر مَیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی اسی میں دیکھتا ہوں (نظر کشفی سے) اس لیے بیعت ہوتا ہوں —— پھر دونوں حضرات حُجرہ میں اکتسابِ فیوضِ روحانیہ کے لیے چلے گئے۔ جب نکلے ہیں تو حضرت سیّد صاحبؒ پر نسبتِ چشتیہ اور گریہ وبُکا کا غلبہ تھا اور حضرت حاجی صاحبؒ پر نسبتِ نقشبندیہ سکینت اور ضحک کا غلبہ تھا۔" (حاشیہ ص ۲۰ ج ۲)

یہ بیعت طریقت تھی

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ بیعت، بیعتِ طریقت نہیں بلکہ بیعتِ جہاد تھی لیکن اُن کا یہ خیال دُرست نہیں ہے۔ حضرت سیّد صاحب نے دو آبے کا دورہ ۱۲۳۳ھ میں ایک شیخ طریقت کی حیثیّت سے کیا تھا۔ سلسلۂ جہاد کی ابتداء اس دَور کے بعد رائے بریلی کے قیام کے زمانے میں ہُوئی۔ یہ قیام رمضان المبارک کی چاند رات (۲۹ شعبان ۱۲۳۴ھ) سے لے کر شوال کی آخری تاریخ دوشنبہ ۱۲۳۶ھ تک یعنی دو سال سے زائد رہا۔

"رائے بریلی کا یہ قیام مجاہدہ و تربیت اور جسمانی و روحانی مشغولیت و خدمت کا خاص دَور تھا۔ سیّد صاحبؒ بھی عام لوگوں کی طرح مشقت کے کاموں میں شریک ہوتے، لکڑیاں چیرتے، بوجھ اُٹھاتے، یہ زمانہ بڑے روحانی و علمی فیوض و برکات کا زمانہ تھا۔ سیّد صاحب کا وجود علماء و مشائخ ہندوستان کا اجتماع، یکسوئی، یہ سب نعمتیں جمع تھیں جو کم جمع ہوتی ہیں۔ ایک غیر معروف چھوٹا سا گاؤں کہکشاں بن گیا تھا جس کی زمین پر چاند کے ساتھ سارے روشن ستارے اُتر آئے تھے، ہندوستان کے منتخب اور نامور مشائخ، مولانا محمدؒ اسمٰعیلؒ، مولانا عبدالحیؒ، مولانا محمدؒ یوسف پھلتیؒ، حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ، شاہ ابوسعید مجددیؒ، (خلیفہ حضرت شاہ غلام علیؒ) ایک وقت میں جمع تھے۔" (سیرۃ سیّد احمد شہید ص ۱۵۱)

جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری

قیامِ رائے بریلی کے دوسرے سال یعنی ۱۲۳۵ھ میں آپ سلسلۂ جہاد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس قیام کے اہم واقعات میں سے جہاد کے لیے مشق و تربیت کا اہتمام ہے۔ سیرہ سیّد احمد شہید میں ہے:

"جب فنونِ حرب کی مشق و تعلیم میں زیادہ انہماک ہُوا اور زیادہ تر وقت اسی میں صرف ہونے لگا، یہاں تک کہ سلوک کے کاموں میں کمی ہونے لگی تو رفقاء نے آپس میں گفتگو کرنی شروع کی اور مشورہ کیا کہ مولانا محمدؒ یوسف صاحب پھلتیؒ اس بارے میں سیّد صاحبؒ سے گفتگو کریں اور جماعت کے ان خیالات کی اطّلاع دیں۔ مولانا نے سیّد صاحبؒ سے عرض کیا۔ سیّد صاحب نے آپ کو جواب دیا کہ ان دنوں اس سے افضل کام ہم کو در پیش ہے۔ اسی میں ہمارا دل مشغول ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری ہے۔ اس کے سامنے اس حال کی کچھ حقیقت نہیں۔ وہ کام یعنی تحصیل علمِ سلوک اس کام کے تابع ہے۔ تم ہمارے بھائیوں کو سمجھاؤ کہ اب اسی کام میں دل لگائیں یہی بہتر ہے۔ حاجی عبدالرحیم صاحب سے مشورہ کر کے جواب دو۔" (ص: ۱۹۶، ۱۹۷)

حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ کا بیان

حضرت سیّد صاحبؒ کے یہ ارشادات جب حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب نے سُنے تو اُنہوں نے برملا طور پر حضرت سیّد صاحب کی تائید فرمائی۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے جو کچھ فرمایا اُس سے صاف

واضح ہوجاتا ہے کہ وہ بیعتِ طریقت کے ساتھ ہی سیّد صاحب کے سلسلے میں داخل ہُوئے تھے۔ اس تقریر سے یہ بھی روشن ہوجاتا ہے کہ اِس عارفِ ربّانی کے دل ونگاہ میں حضرت سیّد صاحبؒ کی عظمتِ شان کس درجہ کی تھی۔ سیرۃ سیّد احمد شہیدؒ میں ہے:

"حاجی عبدالرحیم صاحبؒ نے جب یہ سُنا تو پہلے اپنا حال بیان کیا کہ جب مجھ کو حضرت سے بیعت نہ تھی۔ اپنے مشائخ کے طور طریق پر تھا۔ چلّہ کشی کرتا تھا۔ جَو کی روٹی کھاتا تھا، موٹے کپڑے پہنتا تھا، صدہا میرے مُرید تھے اور جو درویشی کا طالب میرے پاس آتا اس کو تعلیم کرتا تھا اور کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتا تھا۔ جو کوئی مطلب کے لیے دوچار کوس یا ایک دو منزل لے جانے کی درخواست کرتا۔ فی اللہ چلا جاتا تھا اور میری نسبت کا یہ طَور تھا کہ آدھ کوس یا کوس بھر سے کسی پر توجّہ کی نظر ڈالتا تو اسی جگہ اُس کو حال آجاتا اور بعض بعض باتیں مجھ میں اُن سے بڑھ کر تھیں اور مَیں اس حال میں بہت خوش تھا اور میرے مُریدوں میں بعض بعض صاحب تاثیر تھے۔ باوجود ان سب باتوں کے جب اللہ تعالیٰ نے ان سیّد صاحبؒ کو سہارنپور پہنچایا اور مجھ سے ملایا اور مجھ کو توفیق دی کہ مَیں نے آپ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی اور آپ کا طریقہ دیکھا۔ اس وقت اپنے نزدیک مجھ کو یہ خیال ہُوا کہ اگر مَیں اس حالت میں مَرجاتا تو میری بُری موت ہوتی۔ مَیں نے اپنے سب مریدوں سے کہا کہ اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو ان سیّد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت یا اس عقیدے سے میری ہی بیعت کرو اور جو نہ کرے گا وہ جانے۔ مَیں نے آگاہ کردیا ہے۔ اس کا مواخذہ قیامت کے روز مجھ سے نہیں۔ پھر سب نے دوبارہ بیعت کی۔ سو مَیں نے تمام عیش وآرام اور ناموس ونام چھوڑ کر سیّد صاحبؒ کے یہاں کی محنت ومشقّت اور تنگی وکلفت اختیار کی۔ اینٹیں بھی بناتا ہُوں، دیوار بھی اُٹھاتا ہُوں، گھاس بھی چھیلتا ہُوں، لکڑی بھی چیرتا ہُوں اور ہر طرح کے کام کرتا ہُوں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کاروبار کی بدولت جو نعمت دی اور خیر وبرکت عطا کی، اس کے دسویں حصّے کے برابر اوّل معاملات کی تمام خیر وبرکت کو نہیں پاتا ہُوں اگر ایسا نہ ہوتا تو اُس راحت کو چھوڑ کر محنت کیوں اختیار کی؟ سو میری صلاح اس بارے

میں یہی ہے کہ تم اپنا سارا کاروبار حضرت پر چھوڑو۔ وہی جو کچھ بہتر جان کر تم کو فرمائیں اسی کو مانو اور اپنی بہتری اسی میں سمجھو اور اپنی ناقص رائے کو اس میں دخل نہ دو۔"

"حاجی صاحب چونکہ فنِ سلوک اور قوتِ نسبت میں مُسلّم تھے اور مشہور شیخ اور عارف تھے اس لیے اُن کی تقریر سُن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور مقدّماتِ جہاد میں دِل و جان سے مشغول ہو گئے۔ دن رات یہی مشغلہ تھا۔ بھماری، تیراندازی کرتے، چورنگ لگاتے اور فنونِ سپہ گری کی پوری مشق کرتے تھے۔" (سیرۃ سیّد احمد شہیدؒ ص ۱۹۸ بحوالہ وقائع احمدی ص ۴۴۸ تا ۴۴۵)

ترے ساتھ جینا ترے ساتھ مرنا

حضرت حاجی عبدالرحیم صاحبؒ تو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی محبّت میں ایسے فریفتہ و وارفتہ ہُوئے کہ حضرت شمس تبریزیؒ اور مولانا رومؒ کے جذب و عشق کی یاد تازہ کر دی۔ اُنہوں نے مسندِ خانقاہِ سہارنپور کو خیرباد کہا اور حضرت سیّد صاحب کی مستقل معیت اختیار کر لی۔ سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہتے۔ ہجرت و جہاد میں بھی مردانہ وار ہمرکاب رہے حتیٰ کہ سیّد صاحب کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو کر سرفرازی حاصل کی۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم — سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

حضرت شیخ محمّد تھانوی قدس سرہ "انوارِ محمّدی" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی مجاہد غازی شہید کہ در لشکرِ ظفر پیکر حضرت سیّد احمد قبلہ دوجہان مصدر البیان در ولایتِ خراسان شربتِ شہادت نوشیدند۔ قدس اللہ سرہ العزیز"

ص ۳۰

"تحفۃ الابرار" میں تاریخِ شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ مندرج ہے۔ (جدول ثانی ص ۱۸۷)

"انوار العارفین" میں لکھا ہے:

"حاجی شاہ عبدالرحیم در بست و ہفتم ذیقعدہ سنہ یک ہزار و دوصد و چہل و شش (۱۲۴۶ھ) ہمراہ جناب سیّد احمد و مولوی محمّد اسمٰعیل مرحوم و مغفور در جہادِ سکھاں شہید شدند۔" (ص ۵۲۱)

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی "انوار العاشقین" میں لکھتے ہیں:

"آپ نے ہمراہ حضرت سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بمقابلۂ سکھاں ۱۲۴۶ھ میں ماہ ذی قعدہ کی ستائیس کو درجۂ شہادتِ کُبرٰی سے سرفرازی حاصل کی رحمۃ اللہ علیہ۔" (ص ۸۲)

مُرشدِ مُجاہد کی بیعت

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانۂ تحصیلِ علم تھا اور ابھی علومِ ظاہری کی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ ولولۂ خُدا طلبی حضرت کے دِل اخلاص منزل میں جوش زن ہُوا اور آپ نے سرحلقۂ مجاہدین حضرت مولانا سیّد نصیر الدین غازی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مُبارک پر طریقۂ نقشبندیہ مُجدّدیہ میں بیعت کر لی۔ اُس وقت عمرِ عزیز اٹھارہ برس تھی۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۱، امداد المشتاق ص ۶)

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیعتِ باطنی

بیعت سے پہلے حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ حضرت سیّد صاحبؒ نے حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مُبارک میں دے دیا۔ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے اس خواب کی روایت کرتے ہیں۔

"آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اوّل بیعت میری طریقۂ نقشبندیہ میں حضرت مولانا نصیر الدّین دہلویؒ خلیفہ حضرت شاہ مُحمّد آفاقؒ سے ہوئی اور باطن میں بلا واسطہ خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اس طرح ہُوئی کہ مَیں نے دیکھا کہ حضورؐ ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا ہاتھ آپ کے دستِ مبارک میں ہے اور مَیں بھی اسی مکان میں بوجہ ادب کے دُور کھڑا ہوں۔ حضرت سیّد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضورؐ کے ہاتھ میں دے دیا خُدا نے مجھ کو کچھ اور بھی دکھایا ہے، اگر ظاہر کروں تم لوگ کچھ کا کچھ کہو گے (پھر وہ کیفیت مجھ سے خُفیہ بیان فرمائی) فرمایا کہ بیعت باطنی پہلے ہے، اور ظاہری اُسی روز ہے یا ایک دو روز بعد۔" (شمائم امدادیہ ص ۲۲۳، امداد المشتاق ص ۱۵۲)

حضرت مولانا سیّد نصیر الدّینؒ

حضرت مولانا سیّد نصیر الدّین دہلویؒ جامع کمالات بزرگ تھے۔ اُنھیں مجد و شرف کی متعدّد نسبتیں حاصل تھیں۔ آپ حضرت

سیّد ناصر الدّین تھانیسری ثم سونی پتی کی اولاد سے تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) کے شاگرد عزیز، حضرت شاہ رفیع الدّین صاحب (م ۱۲۳۳ھ) کے نواسے، حضرت شاہ محمّد اسحٰق محدّث دہلویؒ (م ۱۲۶۲) کے داماد، حضرت شاہ محمّد آفاق مجدّدیؒ (م ۱۲۵۱ھ) کے مُرید و خلیفہ اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) کی تحریکِ جہاد کے رُکین رکین اور اُن کی شہادت کے بعد اُن کے جانشین اور امیر المجاہدین تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ نے اپنے خواب کی تعبیر لی اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے جانشین کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

فراہمیٔ زرِ اعانت

جس زمانہ میں حضرت سیّد احمد شہید صُوبہ سرحد میں مصروفِ جہاد تھے۔ حضرت مولانا نصیر الدّینؒ جماعتِ مجاہدین کے لیے امدادی رقوم مہیّا کرتے تھے۔ "سرگزشتِ مجاہدین" میں ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں شاہ اسحٰقؒ وعظ فرماتے تھے تو مولانا نصیر الدّین مدرسے کے دروازے پر فراہمیٔ زرِ اعانت میں مصروف رہتے تھے۔ آخر آپ نے خود جہاد کا عزم کرلیا۔
(ص ۱۳۰)

سیّد صاحب کے نقشِ قدم پر

"سانحۂ بالاکوٹ (۱۲۴۶ھ) کے بعد سیّد صاحب کی تحریکِ جہاد کے کارفرماؤں کو ضرورت محسوس ہُوئی کہ دوبارہ ایک بڑی جماعت تیّار کر کے آزاد علاقے میں بھیج دی جائے جس سے سیّد صاحب کے شروع کیے ہُوئے کام میں جوش وخروش کی نئی رُوح پیدا ہوجائے۔ اس اہم فرض کی بجا آوری کا شرف روزِ اوّل سے مولانا سیّد نصیر الدّین دہلویؒ کے لیے مقدر ہوچکا تھا۔ جنہوں نے سیّد صاحبؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہُوئے ملک کے مختلف حصّوں کا دَورہ کیا۔ دعوتِ جہاد سے ایک جماعت تیّار کی اور سیّد صاحبؒ کی طرح وطنِ مالوف سے ہجرت کر کے کاروبارِ جہاد کی تجدید کا انتظام فرمایا۔"
(سرگزشت مجاہدین ص ۱۲۹)

جانشینِ سیّد احمد شہیدؒ

مرکز دہلی میں حضرت مولانا سیّد نصیر الدّین دہلویؒ کو امیر الجہاد منتخب کیا گیا۔ اُن کے دستِ مبارک پر بیعتِ جہاد ہُوئی۔ اور حق تو یہ ہے کہ مولانا سیّد نصیر الدّینؒ نے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ نواب وزیر الدولہ والی ٹونک بالکل بجا فرماتے ہیں کہ سیّد صاحب کی شہادت کے بعد خلقِ خدا کی ہدایت، شریعت کے

…حیا۔ اور جہاد کا کاروبار بے آب و تاب ہو رہا تھا، خدا کی رحمت سے مولوی سیّد نصیر الدّین کی بدولت اس کاروبار میں بے اندازہ رونق اور جِلا پیدا ہوگئی۔ (وصایا الوزیر ص ۵۴ ج ا)

نواب وزیر الدّولہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "مَیں نے بہت سے درویشوں کو دیکھا جو فیض سیّد صاحب سے پایا وہ کسی دوسری جگہ سے حاصل نہ ہُوا۔ مولوی سیّد نصیر الدّین میں اُسی فیض کا پرتَو نظر آتا ہے۔" (حالات مولانا سیّد نصیر الدّین دہلوی جانشین سیّد احمد شہیدؒ۔ ص ۲۰۔ مخطوطہ)

ہجرت

سر حلقۂ مجاہدین حضرت مولانا سیّد نصیر الدّین نے ۳ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ کو دہلی سے جہاد کے لیے ہجرت فرمائی۔ اُس وقت حضرت مولانا محمدؒ اسحٰق مُحدّث دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) اور آپ کے پیر و مُرشد حضرت شاہ محمّد آفاق مجدّدی (م ۱۲۵۱ھ) دہلی میں موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کی اجازت و ایما سے ہی ہجرت فرمائی۔

ستھانہ میں

پنجاب، سندھ اور افغانستان میں سکھّوں اور انگریزوں سے بہت معرکہ آرائیوں کے بعد حضرت مولانا نصیر الدّین مرکزِ مجاہدین ستھانہ (علاقہ سرحد) پہنچ گئے، جہاں سب مجاہدین نے اُن کے دستِ مُبارک پر بیعتِ امامت و جہاد کر لی۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو اجازت نقشبندیہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَیں حضرت مولانا نصیر الدّین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت کم رہا۔ میرے والدِ ماجد بیمار ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے دہلی سے اپنی تیمار داری کے لیے طلب کیا۔ مَیں حضرت سے رُخصت لینے گیا۔ حضرت نے مجھے سینۂ مُبارک سے لگا کر بہت دُعا دی اور طریقۂ نقشبندیہ کی اجازت فرما کر رُخصت کیا۔ میرے والد ماجد کئی مہینے مریض رہے۔ بہت علاج ہُوئے کچھ مفید نہ ہُوا اور دُنیا سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اسی وجہ سے مَیں اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں دوبارہ حاضر نہ ہو سکا اور اس درمیان میں حضرت بغرضِ جہاد افغانستان کو چلے گئے۔ میرا ارادہ تھا کہ مَیں بھی حاضرِ حضور ہوں گا، مگر اس مابین میں شہر غزنی سے حضرت کے رحلت فرمانے کی خبر آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔" (امداد المشتاق ص ۱۵۲)

حضرت مولانا سید نصیر الدینؒ نے مرکزِ مجاہدین ستھانہ میں ۱۸ شعبان ۱۲۵۶ھ کو وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً (نزہۃ الخواطر ص ــــ)

استفادۂ علوم

مُرشدِ صادق حضرت مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب دوبارہ تحصیلِ علم کی طرف راغب ہوئے، چنانچہ اُنہوں نے الہامِ غیبی کی بناء پر اور لذّتِ کلامِ نبویؐ کے جذبے سے مشکوٰۃ شریف کا ایک رُبع قراءۃً عاشقِ زارِ رسول انور صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت مولانا محمّد قلندر مُحدّث جلال آبادیؒ پر گذرانا اور حصنِ حصین و فقہِ اکبر قراءۃً حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نانوتویؒ سے اخذ کیا۔ یہ دونوں بزرگ ارشد تلامذۂ عارفِ مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے تھے۔ (شمائم امدادیہ ص۱۱)

حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ (۱۲۴۵ھ) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدّث رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) کے مایۂ ناز شاگرد اور مُرید تھے۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے دَورہ دوآبہ میں ۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۳۴ھ کو اُن کے دامنِ فیض سے وابستہ ہُوئے۔ اُس وقت مفتی صاحب کی عمر ۷۱ سال کی تھی۔ سیرۃ سیّد احمد شہیدؒ میں ہے۔

"کاندھلہ میں مفتی الٰہی بخش صاحب جو حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد اور مُرید تھے، بیعت ہُوئے اور ان کے خاندان اور قصبے کے اکثر اہلِ علم اور شرفاء بیعت میں داخل ہُوئے۔" ص۱۴۱

حضرت مفتی صاحب "ملہماتِ احمدیہ" میں لکھتے ہیں:

"سنہ الف و مائتین واربع وثلاثین در ماہ ربیع الاوّل بتاریخ ہفت دہم بملازمت آں برگزیدہ جناب الٰہی مجدّدِ طریقۂ رسالت پناہی فائز گردانید۔" (سیرۃ سیّد احمد شہیدؒ ص۱۴۳)

استفاضۂ مثنوی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے مثنوی مولانا رومؒ کا فیضانِ علمی و روحانی حضرت مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کے نواسے حضرت مولانا شیخ عبد الرزاق جھنجھانویؒ سے حاصل کیا تھا۔ شمائم امدادیہ میں ہے۔

"حضرت حاجی صاحبؒ نے مثنوی مولانا رومؒ مولانا شاہ عبد الرزاقؒ سے پڑھی، اُنہوں نے حضرت

مولانا شیخ ابوالحسن سے اور شیخ ابوالحسن نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (خاتم دفتر ششم) سے سماعۃً وقراءۃً مثنوی شریف پڑھی تھی۔ حضرت مفتی صاحب ممدوح نے عالم رؤیا میں مولانا رومؒ سے مثنوی معنوی پڑھی تھی۔ مثنوی کے دفتر ششم کا خاتمہ بھی مفتی صاحبؒ نے مولانا رومؒ کے ارشاد پر لکھا۔" (شمائم امدادیہ ص ۱۳)

تکمیلِ سلوک کا داعیہ

الحاصل، حضرت حاجی صاحب نے مطالعۂ مثنوی کو بطور ورد کے معمول فرمالیا، جس سے خاطرِ اقدس کو ایک حرکتِ بلیغ پیدا ہوتی تھی اور جوش و خروشِ باطنی چہرہ مبارک سے صاف ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ تکمیلِ سلوک کا داعیہ رہ رہ کے تڑپانے لگا۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۳)

حضرت میانجیو نور جھنجھانویؒ کے سپرد

حضرت سید احمد شہیدؒ ہی کے ایک خلیفۂ حضرت میانجیو نور محمدؒ جھنجھانویؒ کو جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا مُرشدِ ثانی مقدر فرمایا۔ شمائم امدادیہ میں ہے:

"ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ مجلسِ اعلیٰ واقدس حضرت سرورِ عالم، مُرشدِ اتم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ وسلّم میں حاضر ہوں، غایتِ رُعب سے قدم آگے نہیں پڑتا ہے، کہ ناگاہ میرے جدِّ امجد حضرت حافظ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں پہنچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرا ہاتھ لے کر حضرت میانجیو صاحب چشتی قدس سرہٗ کے حوالے کر دیا، اس وقت تک بعالمِ ظاہر میانجیو صاحبؒ سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا۔ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا۔ عجیب انتشار و حیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب، یہ کون بزرگ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو اُن کے سپرد فرمایا، اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ ایک دن حضرت استاذی مولانا محمد قلندر محدّث جلال آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمالِ شفقت و عنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو، موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے، وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو صاحبؒ سے ملاقات کرو، شاید مقصودِ دلی کو پہنچو اور اس حیص و بیص سے نجات پاؤ۔ حضرت حاجی صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے مَیں نے یہ سُنا، متفکر ہوا اور دل میں سوچنے لگا

کہ کیا کروں آخر بلالحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی اور شدّتِ سفر سے حیران و پریشان چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے۔ نہایت درجہ کشش و کوشش سے آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دُور سے حضرت میانجیو صاحب رح کا جمالِ باکمال ملاحظہ کیا تو صورتِ انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا بخوبی پہچانا اور محو خودرفتگی ہوگیا اور آپے سے گزر گیا اور اُفتاں و خیزاں اُن کے حضور میں پہنچ کر قدموں پر گر پڑا۔ حضرت میانجیو صاحب قدس سرّہٗ نے میرے سر کو اُٹھایا اور اپنے سینۂ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمالِ رحمت و عنایت فرمایا کہ "تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق و یقین ہے۔" یہ پہلی کرامت منجملۂ کرامات حضرت میانجیو صاحب کی ظاہر ہوئی اور دل کو بکمال استحکام مائل بخود کیا۔ الحاصل ایک عرصہ حضرت میانجیو صاحب کی خدمتِ بابرکت میں حلقہ نشین رہے اور سلاسل اربعہ عموماً اور سلوکِ طریقۂ چشتیہ صابریّہ کی خصوصاً تکمیل کی، اور خرقۂ خلافتِ تامّہ و اجازت خاصّہ و عامّہ سے مشرف ہوئے۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۳ تا ۱۵، امداد المشتاق۔ ص ۶ تا ۹)

حضرت میانجیو رح نے ۴ رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ کو وفات پائی۔ مزار مبارک جھنجانہ ضلع مظفر نگر میں ہے۔ حضرت میانجیو کے خلفاء کرام میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رح حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید جنگِ شاملی (۱۸۵۷ء) اور حضرت مولانا محمد محدّث تھانوی قدس اسرارہم مشہورِ زمانہ ہوئے یہ تینوں قطبِ زمانہ امامِ عصر حضرت سیّد احمد شہید قدس سرّہٗ کی عقیدت و محبت سے سرشار تھے۔ رابطۂ سلاسلِ طریقت کے لیے حضرت شیخ محمد تھانوی کی مؤلفات "انوارِ محمدی" اور "ارشادِ محمدی" نیز حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی "ضیاء القلوب" ملاحظہ فرمائی جائیں۔ القصہ مندرجات بالا سے قارئین کرام پر یہ نہایت واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ رح مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس، نیز اُن کے مُرشدِ اوّل حضرت مولانا سیّد نصیر الدین دہلوی رح مزید برآں مُرشدِ ثانی حضرت میانجیو نُور محمد جھنجھانوی اور دادا پیر حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی شہید رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے سب حضرت امام المسلمین، امیر المجاہدین حضرت سیّد احمد شہید قدس سرّہٗ کے حلقۂ عقیدت و ارادت اور سِلسلۂ بیعت و ارشاد سے وابستہ ہیں۔

ایں سلسلہ طلائے ناب است ایں خانہ تمام آفتاب است

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں حضرت سیّد احمد شہید رح کا مقام کیا تھا اس

کا اندازہ اُن کے حسبِ ذیل ملفوظ سے ہوتا ہے۔ حضرت مولانا صادق الیقین صاحب راوی ہیں:
"ذکر وفات وحیات و مجددیتِ حضرت سیّد احمد صاحب کا ہوا، فرمایا کہ معتقدین اُن کو مجدد اس صدی کا کہتے ہیں اور بعضوں کا اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر قرائن و آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہید ہوئے ہیں" (شمائم امدادیہ ص ۹۸)

بقیہ: جزاءِ حُبِّ رسول

یہ وہ حالت تھی کہ طلحہ مرحوم کا بدن نہیں تو رُوح ضرور وجد کر رہی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر کیا خوش قسمتی ہوگی کہ دین و دُنیا کا سردار ہاتھ اُٹھائے قبر پہ کھڑا ہے، کامل الایمان مخلص مسلمان آمین کہنے کے لیے تیار ہیں۔ طلحہ کی جاں نثاری اور محبّت و ایثار علی النفس کا انعام ملنے والا ہے۔ آپ نے وہ دُعا فرمائی جو آج تک کسی کے لیے نہیں فرمائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اَلْقِ طَلْحَۃَ وَاَنْتَ تَضْحَکُ اِلَیْہِ وَھُوَ یَضْحَکُ اِلَیْکَ۔ (اے خداوند طلحہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ تم اُسے دیکھ کر ہنستے[1] ہو وہ تم کو دیکھ کر) یقین ہے کہ سیّد الانبیا کی درخواست منظور ہو کر خوش نصیب طلحہ کو محبّت کے صلہ اور انعام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کی وہ نعمت مل گئی ہوگی، جس سے بڑھ کر نہ دُنیا میں کوئی دولت و راحت ہے نہ آخرت میں اور جنت میں۔ ہم بھی اس دُعا میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ اجمعین۔ وصلّی اللّٰہ تعالےٰ علی سیّدنا سید الانبیاء والمرسلین۔ (آمین)

---

[1] اللہ تعالیٰ ہنسنے رونے اور تمام حوادث اور عوارض بشریہ و جسمانیہ سے پاک ہیں بطریقۂ مجاز مراد اس سے اعلیٰ درجہ کی رضا اور خوشنودی کے ثمرات و فوائد ہیں۔

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

ایک عام مغالطہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ "جب آدمی دین کی طرف آتا ہے تو اُسے دُنیا چھوڑنی پڑتی ہے، یعنی پھر وہ صرف نماز روزہ کا رہ جاتا ہے، باقی اور کام دُنیا کے وہ نہیں کر سکتا۔"

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، وہ دین کی بُنیادی باتوں سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔ اس لیے کہ نہ تو دین صرف نماز روزہ کا نام ہے اور نہ ہی دینِ اسلام کسی کو دُنیا کے کام مثلاً کھانے کمانے، کام کاج کرنے، نیز شادی بیاہ کے معاملات سے روکتا ہے، بلکہ دین میں تو حلال و جائز ذرائع سے روزی کمانے کی ترغیب اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن و حدیث اور انبیاء کرام کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔[1]

اُمّتِ مسلمہ کے سب سے مقدس طبقے صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے مہاجرین تجارت کیا کرتے تھے اور انصار زراعت کیا کرتے تھے، اُن کے علاوہ تابعین تبع تابعین نیز بڑے بڑے محدّث، مفسّر علماء فضلاء اور اولیاء کرام مختلف ذرائع سے اپنی ضروریات پُوری کیا کرتے تھے، تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑے بڑے حضرات مختلف پیشوں سے منسلک رہے ہیں۔ جن سے وہ حلال و طیب آمدنی حاصل کر کے اپنے بال بچّوں کا خرچ چلایا کرتے تھے، ہم چند اکابرِ ملّت اور اعیانِ اسلام کا اُن کے پیشوں کے لحاظ سے تذکرہ کرتے ہیں۔

چند اکابرِ ملّت کے معاشی ذرائع

○ حضرت ایُّوب سختیانی رح تابعی: سختیان یعنی کچے چمڑے کی تجارت کرتے تھے۔ (تاریخ جرجان سہمیؒ)

---

[1] گزشتہ شمارہ میں اُن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت ابوعلی حسن بن ربیع بورانی کوفیؒ متوفی ۲۲۰ھ کا ذریعہ معاش بوریہ بافی یعنی چٹائیاں بُننا تھا۔[1]

○ حضرت عبیداللہ بن ابراہیم تفتازانیؒ بہت بڑے محدّث، مفسّر، واعظ اور عابد وزاہد تھے، بایں ہمہ خود کھیتی باڑی کرتے، فصل کاٹتے اور اپنی محنت کی کمائی سے کھاتے تھے۔[2]

○ حضرت ابراہیم بن الحجاجؒ قَلّاءؒ کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ قَلّاءؒ کے معنی چنے بھوننے کے ہیں اور یہ چنے بھونتے اور بیچتے تھے۔[3] ان کے والد حجاج بن منیر مصری بھی یہی کام کرتے تھے، حالانکہ دونوں اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدّث تھے۔

○ حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ کے شاگرد معاویہ[1] بن ہشامؒ قصّارؒ، ابوخراشؒ[2] قَصّار، ابوحاتم[3] نوح بن ایوب بن نوح قصّار بخاریؒ جو اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء تھے، انہیں قصّار کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ دھوبی تھے اور کپڑے دھوتے تھے۔[4] عربی میں دھوبی کو قصّاد کہتے ہیں۔

○ عبداللہ[1] بن عبدالرحمٰن بن معاویہ حذّاءؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد جابر[2] حذّاءؒ، محمد[3] بن سالم حذّاءؒ، کثیر[4] بن عبید حمصی حذّاءؒ ابوعقیل[5] یحیی المتوکل مدینی حذّاءؒ، ابواسحٰق[6] عاصم بن سلیمان تمیمی حذّاءؒ بصری رحمہم اللہ یہ ہیں اپنے زمانے کے محدّث، فقیہ اور عالم باعمل حضرات تھے انہیں حذّاءؒ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ موچیوں کا کام کرتے تھے۔[5] عربی میں موچی کو حذّاءؒ کہتے ہیں۔

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابو[1] سفیان خیاط، حضرت حسن بصری اور حضرت مالک بن دینار رحمہما اللہ کے شاگرد ابوعبداللہ[2] صالح بن راشد خیاط، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابو[3] غالب نافع خیاط، حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین کے شاگرد۔ سالم[4] خیاط، حضرت ابراہیم نخعی کے شاگرد عمران[5] خیاط، ابوالحسن[6] علی بن محمد بن عیسی خیاط مصری، حضرت سفیان بن عیینہ کے شاگرد محمد[7] بن میمون خیاط مکّی، احمد[8] بن موسی بن ابی عمران خیاط رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ بہت سے علماء علمی دنیا کے آفتاب و ماہتاب تھے، انہیں خیّاطؒ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات درزی تھے۔[6] عربی میں درزی کو خیاط کہتے ہیں

---

[1] الانساب للسمعانی ج:۱ ص:۴۰۸ [2] طبقات المفسّرین داودی [3] الانساب ج:۲، ص:۲۶۴ [4] الانساب ج:۴، ص:۵۰۸ [5] الانساب ج:۲، ص:۱۹۰ [6] الانساب ج:۲ ص:۴۲۵۔

○ حضرت سعید بن جبیرؒ کے شاگرد اور حضرت سفیان ثوریؒ کے شیخ ابُوعبداللہ جبیب بن ابی عمرہ قصاب کوفیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ حضرت نافعؒ کے شاگرد حسنؒ بن عبید اللہ قصاب عبدالعزیزؒ بن موسیٰ قصاب مروزی، ابُورافع قصاب، حضرت قتادہ اور حضرت زرارۃ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کے شاگرد ابُوجناب بن ابی عون قصاب بصری، حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے شاگرد ابُوحمزہ میمون تمّار قصّاب، حضرت ابن سیرین کے شاگرد ابوعبدالکریم عبد ربہ قصاب رحمہم اللہ جو اپنے زمانے کے اُونچے درجے کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اُنہیں قصّاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حلال جانوروں کو ذبح کر کے اُن کا گوشت بیچتے تھے[1] گویا یہ علم و فضل کے باوجود قصائی تھے۔ عربی میں قصائی کو قَصَّابْ کہتے ہیں۔

○ شمس الائمہ ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح حلوائی، ابوالمعالی عبداللہ بن احمد بن حمد حلوائی مروزی، ابوالمحاسن عبدالرّحیم بن عبداللہ حلوائی رحمہم اللہ یہ حضرات اپنے زمانہ کے بہت بڑے مُحدّث اور فقیہ تھے، اُنہیں حلوائی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مٹھائی بنا کر فروخت کرتے تھے[2]۔ عربی میں مٹھائی بنانے والے کو حلوائی کہتے ہیں۔

بطورِ نمونہ چند علماء کا تذکرہ ہم نے کیا ہے تاریخ میں ان کے علاوہ ہزاروں علماء و فضلاء کے نام ملتے ہیں جو اپنی خانگی ضروریات کو پُورا کرنے کے لیے کسی نہ کسی صنعت و حرفت (پیشے) سے منسلک تھے[3]۔ ان حالات کے ہوتے ہُوئے یہ سمجھنا کہ دین کی طرف آنے سے آدمی کسی اور کام کا نہیں رہتا۔ قطعًا غلط ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہلِ علم سے کہا کرتے تھے۔

"یَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَلَا تَکُوْنُوْا عِیَالًا عَلَی النَّاسِ"۔[4]

اے علماء کی جماعت نیک کاموں میں آگے آگے رہو اور اللہ کے فضل (رزق) کو حاصل

---

[1] الانساب، ج: ۴ ص: ۵۰۶ [2] الانساب، ج: ۲ ص: ۲۴۸ - [3] تفصیل کے لیے علاّمہ سمعانیؒ کی کتاب الانساب کی طرف رجوع کیا جائے۔ [4] جامع بیان العلم وفضلہ

کرو، اور لوگوں پر بار نہ بنو،

اگر پہلے سے کوئی جائز ذریعہ معاش قائم ہو تو اُسے بلا وجہ چھوڑنا نہیں چاہیے

ایک حدیث مبارک سے مفہوم ہوتا ہے کہ آدمی کا پہلے سے اگر کوئی جائز ذریعہ معاش ہو جس سے اسے کمائی حاصل ہو رہی ہو تو بلا کسی معقول وجہ کے اسے چھوڑنا نہیں چاہیے۔

چنانچہ

"حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اپنی (تجارت کا) مال و اسباب تیّار کر کے (اپنے ملازموں اور وکیلوں کی سپردگی میں) شام اور مصر بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنا تجارتی سامان عراق بھیجنے کا ارادہ کیا، تو میں (مشورہ کے لیے) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ام المؤمنین میں پہلے تو اپنا تجارتی سامان شام بھیجا کرتا تھا، مگر اَب میرا ارادہ ہے کہ اپنا تجارتی سامان لے کر عراق جاؤں (یہ سُن کر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، تمہیں اور تمہاری (پہلی تجارتی جگہ کو کیا ہوا؟ (کہ تم شام کے سلسلہ تجارت کو منقطع کرتے ہو) میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ

"اِذَا سَبَّبَ اللّٰہُ لِاَحَدِکُمْ رِزْقًا مِّنْ وَّجْہٍ فَلَا یَدَعْہُ حَتّٰی یَتَغَیَّرَ لَہٗ اَوْ یَتَنَکَّرَ لَہٗ"۔[1]

جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے رزق کا کوئی سبب کسی صُورت میں پیدا فرما دیں تو اُس کو چھوڑنا نہیں چاہیے اِلّا یہ کہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے یا نقصان ہونے لگے"۔

مذکورہ دونوں احادیث مُبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ دین کسی کو کام کاج سے نہیں روکتا بلکہ دین میں تو کام کاج کرنے اور کسی پر بوجھ نہ بننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین سمجھنے، اس پر عمل کرنے نیز حلال کمانے اور حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۲۴۳

جامعہ مدنیہ کے سہ ماہی (صفر ۱۴۱۴ھ) امتحان کی مفصل رپورٹ

یوں تو تمام جامعات میں ہر سال حسبِ معمول سہ ماہی ششماہی اور سالانہ امتحانات ہوتے ہی ہیں مگر چونکہ یہ امتحانات صرف تحریری ہوتے ہیں تقریری نہیں ہوتے، اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ چار روزہ تحریری امتحان کے بعد دورۂ حدیث تک تمام کلاسوں، نیز تجوید و قرأت سبعہ وعشرہ کا تقریری امتحان بھی ہونا چاہیے اور ممتحن حضرات دوسرے جامعات سے بلوائے جائیں، نیز یہ بھی طے پایا کہ تقریری امتحان صرف ان طلبہ کا ہونا چاہیے، جنھوں نے اپنی تعلیم کا آغاز جامعہ مدنیہ ہی سے کیا ہو اور اب مختلف درجات میں جامعہ کے ماہرینِ تعلیم مشفق اساتذہ کی زیرِ نگرانی اپنی تعلیم کی منزلیں طے کر رہے ہوں تقریری امتحان کا فیصلہ اس لیے کیا گیا کہ اس سے طالب علم کی قابلیت اور مضامین کی فہم کا زیادہ بہتر طریقے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے اور سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ جامعہ کے تعلیمی نظام کی جانچ کی جا سکے تاکہ اگر اس میں کوئی سقم ہو تو اس کا تدارک کیا جائے۔

جامعہ کا تعلیمی معیار بحمد اللہ روزِ اوّل سے ہی اتنا بلند رہا ہے کہ شاید ہی کوئی جامعہ اس کا ہم پلّہ ہو، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں طلبہ کی تعداد ہمیشہ محدود رہی ہے کیونکہ امتحان داخلہ میں کوئی رعایت نہیں برتی جاتی، اس کا نتیجہ ہے کہ ہر سال جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء جدید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مدرس بننے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، چنانچہ اس وقت جامعہ کے جتنے بھی اساتذہ کرام ہیں (سوائے ایک دو کے) ان سب نے تعلیم کے تمام مراحل جامعہ ہی میں طے کیے ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ

اب ہمارے مخلص قارئین، معاونین کرام تقریری امتحان کی مفصل رپورٹ اور ممتحن حضرات کی آراء ملاحظہ فرمائیں اور بارگاہ رب العزت میں مزید دُعاؤں کے ساتھ شکر بھی بجا لائیں کہ اللہ پاک نے اُن کی خواہشات کے مطابق اُن کی کوششوں کو بار آور فرمایا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ پاک سب کی

مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے سرفراز فرماکر اخروی نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔

اسماء گرامی ممتحن حضرات

حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب اشرفی مدظلہم نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ مُسلم ٹاؤن لاہور۔

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب گورمانی مدظلہم مفتی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب نیازی مدظلہم مہتمم مدرسہ احیاء العلوم لاہور۔

حضرت مولانا قاری عطاء اللہ صاحب ڈیروی مدظلہم مہتمم مدرسہ دارالتنزیل مزنگ لاہور۔

(محمود میاں غفرلہٗ)

ممتحن حضرات کی آراء

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب اشرفی

۵۸۶

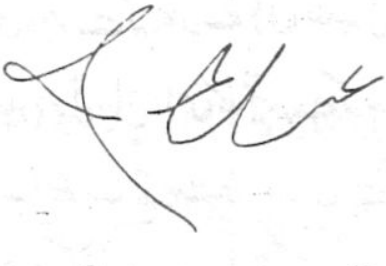

28-7-93

نوٹ:- حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب اشرفی مدظلہم نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور نے کرم فرمائی کی کہ جامعہ کے سہ ماہی امتحان کے لیے دانت میں تکلیف کے باوجود تشریف لائے فجزاہم اللہ خیرا۔ مولانا نے طلباء کی قابلیت اور استعداد کے بارے میں فرمایا کہ "از اول تا آخر بہت ہی عمدہ ہے طلباء کی عبارت اور انداز بیان ہی سے انکی اعلیٰ قابلیت عیاں تھی طبیعت خوش ہو گئی"

واقعی مولانا اتنا خوش ہوئے کہ جب انکو رائے تحریر کرنے کے لیے رجسٹر پیش کیا گیا تو انہوں نے سفید کاغذ پر اپنے صرف دستخط ثبت کیے اور فرمایا "نمبرات کے مطابق خود ہی جو چاہے تحریر کر لیں" ہم نے بھی کچھ تحریر نہ کرنے کو بہتر جانا کیونکہ سفید کاغذ پر مولانا کے دستخط جامعہ کے نظام تعلیم پر جس اعتماد اور اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں تحریر اس سے قاصر ہے۔

محمود میاں
۷/صفر ۱۴۱۴ھ
چہار شنبہ ۲۸ جولائی ۱۹۹۳ء

رائے گرامی حضرت مولانا مفتی محمدؐ عیسیٰ صاحب گورمانی

الحمد للہ مصلیا و مسلما اما بعد : راقم الحروف (نے) جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کا آج مؤرخہ ۷ صفر ۱۴۱۴ھ ۲۸ جولائی ۱۹۹۳ء بروز بدھ بعض کتب کا تقریری امتحان لیا ہے "ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، مختصر معانی، حسامی، شرح تہذیب، کنز الدقائق، کافیہ" بلا دریغ کہا جا سکتا ہے کہ امتحان میں شامل جملہ طلبہ مستعد اور نہایت ہونہار ہیں۔ راقم کی توقع سے کہیں بڑھ کر انہوں نے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر اساتذہ کی نگرانی اور تعلیمی ترقی کا پروگرام اس طرح جاری رہا تو انشاء اللہ جامعہ کے طلبہ کا علمی معیار بہت بلند ہوگا اور یہ لوگ مستقبل میں ملک و ملت اور دین متین کی صحیح خدمات سرانجام دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ کے جملہ متعلقین کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین"

محمدؐ عیسیٰ عفی عنہ خادم افتاء و تدریس مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ۔

رائے گرامی حضرت مولانا عبد القیّوم صاحب نیازی

"اما بعد، حضرت مہتمم صاحب کے مشورے سے حضرت مولانا محمد نعیم صاحب کی دعوت برائے امتحان پر حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ امتحان کی نوعیت حضرت سے معلوم کی کہ شروع سے جو طلباء جامعہ

میں پڑھ رہے ہیں اُن کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ لینا ہے کہ کیسے چل رہے ہیں۔ تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ! نظر بد دور باد۔ تو طلباء الحمد للہ بہت اچھے قابل ہیں۔ کلھم ماشاء اللہ کل نمبرات کے مستحق پائے گئے۔ الا قلیلا، بلکہ مسلسل کل نمبرات دیتے ہوئے دل میں خواہش اُٹھتی کہ کوئی تو کسی قدر کمزوری والا بھی آتا تاکہ نمبرات میں کچھ فرق لگتا کہ کہیں ممتحن پر غفلت کا خیال نہ چلا جائے کہ ایسے نمبر لگادیے۔

بہرحال میں الحمد للہ بہت خوش ہوا۔ اس سے اساتذہ حضرات کی محنت کا صحیح اندازہ ہو رہا ہے اور حضرات مہتمم صاحبان کی توجہ اور فکر۔

مزید برآں طلباء کی تربیت اُٹھنے بیٹھنے میں تادب و احترام سے اخلاقی تربیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ جامعہ ہذہ کو مزید ترقی عطا فرمائے اساتذہ و جملہ اراکین کو اور حضرت مہتمم صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور طلباء حضرات کو علم نافع عطا فرمائے۔ دین کی تعلیمی خدمت میں استقامت عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔"

ناچیز: عبد القیوم نیازی مہتمم و خادم مدرسہ احیاء العلوم نیو مسلم پارک نواں کوٹ لاہور

رائے گرامی حضرت مولانا قاری عطاء اللہ صاحب ڈیروی

"آج مؤرخہ ۷ر صفر ۲۸ر جولائی کو جامعہ میں بغرض امتحان شعبہ تجوید و قرأت حاضر ہوا تمام طلبا کا بغور جائزہ لیا۔ الحمد للہ طلباء کی علمی استعداد بہت ہی اچھی ہے۔ اساتذۂ کرام کی محنت نہایت ہی اعلیٰ معیار کی ہے، نتائج کارکردگی نمبرات سے واضح ہے۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ اساتذۂ کرام کی محنت اور حضرت مہتمم صاحب کے خلوص و اراکین مدرسہ کے تعاون کو قبول فرماویں۔"

والسلام۔ عطاء اللہ۔ خادم مدرسہ دار القرآن والترتیل، خطیب جامع مسجد نواب صاحب لٹن روڈ مزنگ لاہور۔

نتیجہ سہ ماہی (تقریری) امتحان برائے طلبہ جامعہ مدنیہ لاہور صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

نام طالب علم		ولدیت	درجہ		کل نمبر	کل حاصل کردہ نمبر	فیصدی	تقدیر
محمد زکریا	ولد	حافظ افضال احمد	عالیہ سالِ دوم	بخاری شریف ۱۰۰ مسلم شریف ۱۰۰ ابوداؤد شریف ۱۰۰ ترمذی شریف ۱۰۰	۴۰۰	۳۶۲	۹۱	ممتاز
محمد ولید	〃	محمد یونس	〃 〃	بیمار				
محمد عارف	〃	افتخار احمد	عالیہ سالِ اوّل	آثار السنن ۱۰۰ سبعہ معلقہ ۱۰۰ حماسی ۸۲ مختصر المعانی ۸۲	۴۰۰	۳۶۴	۹۱	ممتاز
عبد المنان	〃	عبد الرحمٰن	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃	〃	〃	〃	〃
حفیظ الرحمٰن	〃	حافظ محمد سلیمان	خاصہ سال دوم	شرح جامی ۱۰۰ نور الانوار ۱۰۰ کنز الدقائق ۹۰ قطبی ۱۰۰ مقامات ۱۰۰	۵۰۰	۴۹۰	۹۸ جامعہ میں سوم	〃
شکیل احمد		عبد الرحیم	〃 〃 〃	شرح جامی ۱۰۰ نور الانوار ۱۰۰ کنز الدقائق ۸۵ قطبی ۱۰۰ مقامات ۱۰۰	〃	۴۸۵	۹۵	〃
سید مقصود میاں	〃	مولانا سید حامد میاںؒ	خاصہ سال اوّل	ترجمہ ۱۰۰ نفحۃ العرب ۱۰۰ اصول الشاشی ۱۰۰ شرح تہذیب ۸۱ کنز الدقائق ۴۰ کافیہ ۸۲	۶۰۰	۵۲۳	۸۷	〃
عبد الستار	〃	محمود احمد	〃 〃	ترجمہ ۹۵ نفحۃ العرب ۹۵ اصول الشاشی ۹۵ شرح تہذیب x کنز الدقائق ۵۵ کافیہ ۷۵	۵۰۰	۴۱۵	۸۳	〃

لُطف اللہ	ولد	حاجی مرزا	خاصہ سالِ اوّل	ترجمہ ۹۵، مختصر الوجیز ۹۵، اصول الشاشی ۹۵، شرح تہذیب ۸۱، کنز الدقائق ×، کافیہ ۶۵	۵۰۰	۴۴۱	۸۸	〃	ممتاز
محمّد عارف	〃	منظور احمد	عامہ سالِ دوم	ترجمہ ۱۰۰، نورالایضاح ۱۰۰، ہدایۃ النحو ۱۰۰، علم الصیغہ ۱۰۰، القراءۃ الراشدہ ۱۰۰، تیسیر المنطق ۱۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۱۰۰	〃	جامعہ میں اوّل
محمّد اعجاز	〃	محمّد اسحاق	〃 〃 〃	ترجمہ ۹۸، نورالایضاح ۹۸، ہدایۃ النحو ۹۸، علم الصیغہ ۱۰۰، القراءۃ الراشدہ ۱۰۰، تیسیر المنطق ۱۰۰	〃	۵۹۴	۹۹		جامعہ میں دوم 〃
محمّد عابد	〃	نُور احمد	〃 〃 〃	ترجمہ ۱۰۰، نورالایضاح ۱۰۰، ہدایۃ النحو ۱۰۰، علم الصیغہ ۱۰۰، القراءۃ الراشدہ ۱۰۰، تیسیر المنطق ۱۰۰	〃	۶۰۰	۱۰۰	〃	جامعہ میں اوّل
محمّد یاسر	〃	جاوید اقبال	〃 〃 〃	ترجمہ ۹۵، نورالایضاح ۹۵، ہدایۃ النحو ۹۵، علم الصیغہ ۹۵، القراءۃ الراشدہ ۹۵، تیسیر المنطق ۹۵	〃	۵۷۰	۹۵		ممتاز
محمّد صدّیق	〃	محمّد حبیب	〃 〃 〃	ترجمہ ۹۰، نورالایضاح ۹۰، ہدایۃ النحو ۹۰، علم الصیغہ ۹۹، القراءۃ الراشدہ ۹۹، تیسیر المنطق ۹۹	〃	۵۶۷	۹۵	〃	
شفیق الرّحمٰن	〃	محمّد صدّیق	〃 〃 〃	ترجمہ ۹۴، نورالایضاح ۹۴، ہدایۃ النحو ۹۴، علم الصیغہ ۹۸، القراءۃ الراشدہ ۹۸، تیسیر المنطق ۹۸	〃	۵۷۶	۹۶	〃	
محمّد عبید اللہ	〃	رحمت اللہ	〃 〃 〃	ترجمہ ۹۵، نورالایضاح ۹۵، ہدایۃ النحو ۹۵، علم الصیغہ ۱۰۰، القراءۃ الراشدہ ۱۰۰، تیسیر المنطق ۱۰۰	〃	۵۸۵	۹۸		جامعہ میں سوم 〃